Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

•جلد 12/•شمارہ 6/•دسمبر/2022

ماہنامہ

فہمِ دین

بسم اللہ کی برکت

آخری امتحان

مٹی کے سوداگر

نیکی و بدی کے اثرات

مفلس کی قبا

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

ماہنامہ
فہمِ دین
کراچی

دسمبر 2022

فہمِ وفکر
مٹی کے سوداگر	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ
فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللّٰہ	08

مضامین
بسم اللہ کی برکت	حذیفہ رفیق	10
خواتین کی تعلیم و تربیت	عبد المتین	11
مہلت	ملائکہ سلیمان	11
معاشرتی ناسور	بیگم ناجیہ شعیب احمد	12
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	16
حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا	ندا اختر	17
آملہ	حکیم شمیم احمد	18

خواتینِ اسلام
بلاعنوان	صبا مسعود	21
مفلس کی قبا	ام نسیبہ	22
مکالمہ	مسفرہ سحر	25
آخری امتحان	بنت مسعود	26
طوطا کہانی	عظمی ظفر	28
ایک نئی کہانی	تنزیلہ احمد	30
صبر و شکر	خنسا محمود	31

باغیچہ اطفال
بہارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ڈاکٹر الماس روحی	33
فیرولینڈ	احمد رضا انصاری	34
وعدہ	حفصہ فیصل	35
ایک دربار کی کہانی	افنان بخاری	36
منفرد درخت	سمیرا انور	37
شہد کی مکھی	فوزیہ خلیل	38

بزمِ ادب
نبی کا ہر اک پیام خوشبو	جمیل الرحمن عباسی	42
یاد مدینہ	خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ	43
گلدستہ	شیخ ابو بکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام
اخبار السلام	46

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ	50 روپے
سالانہ برائے کراچی	750 روپے
سالانہ اندرون ملک	
عام ڈاک	750 روپے
رجسٹرڈ پارسل	1250 روپے
سالانہ بیرون ملک	55 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہمِ دین

مٹی کے سوداگر

دو کمپنیاں ہیں۔ دونوں کی مصنوعات الگ الگ ہیں، جو مال پہلی کمپنی بناتی ہے، وہ دوسری نہیں بناتی اور جو مال دوسری کمپنی مارکیٹ میں لاتی ہے، وہ پہلی کے پاس نہیں ہے، مصنوعات دونوں کمپنیوں کی بہت عمدہ ہیں، مگر مسئلہ تب کھڑا ہوتا ہے، جب بین الاقوامی مقابلے میں یہ شرط لگادی جاتی ہے کہ دوسری کمپنی مقابلے میں اپنی مصنوعات کے بجائے ویسا ہی مال لے کر آئے جو پہلی والی کمپنی بناتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسری کمپنی کو اس کی بہترین مصنوعات ہونے کے باوجود مقابلے سے نکال دیا جاتا ہے اور عالمی دُنیا میں پہلی کمپنی کی فتح کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

دو طلبہ ہیں۔ دونوں ایک ہی جماعت میں پڑھتے ہیں۔ نصاب دونوں کا ایک ہے، مگر ان میں سے ایک طالب علم جو یہ تعلیم حاصل نہیں کرنا چاہ رہا تھا، اس نے تعلیم کے بجائے ویڈیو گیم کھیلنا شروع کر دی اور اس میں خوب مہارت حاصل کرلی اور دُنیا میں یہ اعلان کر دیا کہ ہم میں سے کام یاب وہ طالب علم کہلائے گا، جو ویڈیو گیم اچھی کھیل کر دکھائے گا۔ دوسرا طالب علم ہکّا بکّا رہ گیا، اس نے بڑا سمجھانے کی کوشش کی کہ کام یابی کا کوئی پیمانہ تو طے کرو، مگر نئے زمانے کا نیا انداز، اس کی ایک نہ سنی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تماشہ لگانے والے کا تو دُنیا میں ڈنکا بجنے لگا، مگر پوری توجہ کے ساتھ مقصد کی جستجو کرنے والے کو ہرا دیا گیا۔

آج بھی دُنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مٹی اور مادہ کا سوداگر ہے۔ بجری، سیمنٹ، ریت سب پڑی مٹی تھی، اس کو کھڑی مٹی بنا دیا۔ بنگلے کوٹھیاں بن گئیں، ہائی ویز اور موٹر ویز بن گئیں، بڑی بڑی سوسائیٹیاں بن گئیں، فلک بوس پلازے، مال، دفاتر، ہوٹلز اور ریسٹورنٹ بن گئے۔ زمین کو کھودا، لوہا نکلا۔ کانوں میں پڑا لوہا سڑکوں پر دوڑنے اور ہواؤں میں اڑنے لگا۔ کاریں، بسیں، موٹر سائیکل رکشے بنائے، ٹرک، ٹرالرز، ریل گاڑیاں بنائیں، ہوائی جہاز، بحری جہاز، آب دوزیں بنائیں۔ پنکھے، کھڑکیاں، دروازے، فیکٹریوں میں بڑی بڑی مشینیں ہر طرف لوہے کی ریل پیل نظر آنے لگی۔ زمین کھودی تو سونا چاندی نکلا، ہیرے جواہرات نکلے۔ مٹی میں پڑی معدنیات ہر محفل کی زینت بننے لگیں، زیورات بننے لگے، زیب و زینت سے آگے بڑھ کر آرائش و نمائش کا میدان سج گیا، سٹیٹس کی علامت بن گیا۔ ٹربائن کیا بنی پیٹرول، پانی، سورج، ہوا ہر چیز سے بجلی بننے لگی، رات دِن میں تبدیل ہو گئے۔ برقی قمقمے، بلب، ٹیوب لائٹس، فانوس، الیکٹرانکس کی بڑی بڑی مارکیٹس اور منڈیاں وجود میں آگئیں۔ یہ تو ایک گروہ ہے، جو مٹی اور مادے کا سوداگر ہے۔ دُنیا بھر میں اس کی مصنوعات گنی جائیں تو شمار میں نہیں آتیں اور ہوس اب بھی ایسی کہ زمین تو زمین، سمندر سارے کھنگال لیے۔ ہواؤں کو چیرا، خلا سے گزرے، مریخ پر پہنچے، مگر ہوس ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔

دوسرا گروہ مادے کا نہیں، کردار کا زیور بناتا ہے۔ وہ نگاہ بلند رکھتا ہے، وہ مٹی کے کھلونوں میں زندگی لگانے کو بچوں کا کھیل سمجھتا ہے، عقل اور سمجھ تو اس کے پاس بھی ہے، مگر وہ اپنا راستہ متعین کرنے کے لیے ایک اضافی ہارڈ ڈسک ”وحی“ کو راہبر بناتا ہے، وہ عقل کی تب ہی مانتا ہے، جب وہ وحی کے مطابق چل رہی ہو، وہ تماش بین نہیں، مقصد کی جستجو میں لگنے والا ہے، کردار پر محنت کرنے والا ہے، شارٹ کٹ کا قائل نہیں، صرف ”صراطِ مستقیم“ پر چلنے والا ہے، وہ کام یابی چیزوں کی جستجو میں نہیں، مالک کی طلب میں سمجھتا ہے۔

ایک طرف مادے کی پجاری سائنس، جو صرف آنکھ کی پتلی سے نظر آنے والی چیزوں کو ہی حقیقت سمجھتی ہے، چناں چہ ساری بھاگ دوڑ کے بعد بھی آسمانِ دُنیا سے نیچے نیچے ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ دوسری طرف وحی کا علم ہے، وہ تو ہے ہی ”بِن دیکھی چیزوں پر ایمان لانا“ اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، یہ آسمانِ دنیا سے نچلی چیزوں کو بھی مانتی ہے اور اس سے اوپر ساتویں آسمان بلکہ عرش تک کا علم رکھتی ہے۔ مادے کے پجاری زمین میں گھسے، ان کو مٹی کے نمونے ملے، وہ کھدائی میں لگ گئے، پانی، پیٹرول، معدنیات اور نہ جانے کیا کیا نکل آیا، مگر وہی ظاہر پرست، بس مٹی کے ہیر پھیر میں لگے ہوئے اور دوسری طرف وحی کی روشنی، زمین میں اترے، نیا جہان نظر آیا، مرنے کے بعد کی دوسری زندگی نظر آئی، فنا میں آباد بستی نظر آئی، کہیں تا حدِ نگاہ وسیع قبر، فرشتوں کی آمد و رفت، سوال و جواب کا سلسلہ، جنت کی کھڑکیاں، جہنم کے گڑھے۔

قارئینِ گرامی! مادے کے پجاری کے پاس بھی دکھانے کو روشنیاں ہیں، جو چار سُو پھیلی ہوئی ہیں اور کردار کے غازی کے پاس بھی جنت کی نہ ختم ہونے والی روشنیاں ہیں، مگر اس تک پہنچنے کے لیے کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے، صرف ایک راستہ ہے اور وہ صراطِ مستقیم کا ہے۔ جو انسان بے صبرا ہے، وہ شارٹ کٹ کا عادی بن جاتا ہے، وہ یہیں سٹیٹس چاہتا ہے، روشنیاں چاہتا ہے، وہ تنگ نظر بن جاتا ہے، اسے آسمانِ دنیا سے آگے کا اور زمین کے اندر کا دوسرا جہاں نظر نہیں آ پاتا اور جو تھوڑا صبر کرلیتا ہے، خواہشات کا گلا گھونٹ کر صراطِ مستقیم پر چلتا رہتا ہے، خدا کا طلب گار بن جاتا ہے، ہر وہ شارٹ کٹ جسے شریعت نے منع کیا ہوتا ہے، اس سے صبر کرلیتا ہے، وہ روشن خیال بن جاتا ہے، اس کی نظر صرف آسمانِ دنیا تک نہیں رہتی، بلکہ اس سے آگے نکل جاتی ہے۔ وہ جنت کا راہی اور خدا کا طالب بن کر ہمیشہ کی زندگی کو پالیتا ہے۔ کاش ہم بھی اس زندگی کا بلبلہ پھٹنے سے پہلے پہلے اس حقیقت کو پا جائیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

المائدة 6-11

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھو لیا کرو) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کر لو۔ اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کرے اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت تمام کر دے، تاکہ تم شکر گزار بنو۔ (6)

تشریح نمبر 1: قضائے حاجت کی جگہ سے آنا در حقیقت اُس چھوٹی ناپاکی کی طرف اشارہ ہے، جس میں انسان پر نماز وغیرہ پڑھنے کے لیے صرف وضو واجب ہوتا ہے اور ”عورتوں سے ملاپ“ اُس بڑی ناپاکی کی طرف اشارہ ہے، جس کو ”جنابت“ کہتے ہیں اور جس میں غسل واجب ہوتا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب پانی میسر نہ ہو یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کا استعمال ممکن نہ ہو تو ناپاکی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، دونوں صورتوں میں تیمّم کی اجازت ہے اور دونوں صورتوں میں اس کا طریقہ ایک ہی ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (7)

ترجمہ: اللہ نے تم پر جو انعام فرمایا ہے، اسے اور اس عہد کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کے احکام کو) اچھی طرح سن لیا ہے اور اطاعت قبول کر لی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً سینوں کے بھید سے پوری طرح باخبر ہے۔ (7)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (8)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (8)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (9)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ (آخرت میں) ان کو مغفرت اور زبردست ثواب حاصل ہوگا۔ (9)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (10)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر اپنایا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ کے باسی ہیں۔ (10)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (11)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ نے تمہیں نقصان پہنچانے سے ان کے ہاتھ روک دیے اور (اس نعمت کا شکریہ ہے کہ) اللہ کا رعب دل میں رکھتے ہوئے عمل کرو اور مؤمنوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ (11)

تشریح نمبر 2: یہ ان مختلف واقعات کی طرف اشارہ ہے جن میں کفار نے مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے منصوبے بنائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو خاک میں ملا دیا۔ ایسے واقعات بہت سے ہیں، ان میں سے کچھ واقعات مفسرین نے اس آیت کے تحت بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً صحیح مسلم میں روایت ہے کہ مشرکین سے ایک جنگ کے دوران عسفان کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے ظہر کی نماز تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جماعت سے پڑھائی، مشرکین کو پتا چلا تو حسرت ہوئی کہ جماعت کے دوران مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں ختم کر دینے کا موقع تھا، پھر انھوں نے منصوبہ بنایا کہ جب یہ حضرات عصر کی نماز پڑھیں گے تو ان پر یک دم حملہ کر دیں گے، لیکن عصر کا وقت آیا تو اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے صلاۃ الخوف پڑھی جس میں مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور ایک حصہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، چناں چہ مشرکین کا منصوبہ دھرا رہ گیا (روح المعانی)

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

اسلامی رشتے کے خاص حقوق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ”یرحمک اللہ“ کہہ کر اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ روزمرّہ کی عملی زندگی میں یہ پانچ باتیں ایسی ہیں، جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے اور نشوونما بھی پاتا ہے، اس لیے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔ ایک دوسری حدیث میں سوال کا جواب دینے کی جگہ خود سلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور ان پانچ کے علاوہ بعض اور چیزوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ان پانچ کا ذکر بطورِ تمثیل کے فرمایا گیا ہے، ورنہ اور بھی اس درجہ کی چیزیں ہیں جو اسی فہرست میں شامل ہیں۔

مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللهُ مَلَكًا یَحْمِیْ لَحْمَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ نَّارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْئٍ یُرِیْدُ بِهٖ شَیْنَهٗ حَبَسَهُ اللهُ عَلٰی جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بددین منافق کے شر سے بندۂ مومن کی حمایت کی (مثلاً کسی شریر بددین نے کسی مومن بندے پر کوئی الزام لگایا اور کسی باتوفیق مسلمان نے اس کی مدافعت کی) تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا، جو اس کے گوشت (یعنی جسم) کو آتشِ دوزخ سے بچائے گا اور جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور گرانے کے لیے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دے گا، اس وقت تک کے لیے وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی بندۂ مؤمن کو بدنام رسوا کرنے کے لیے اس پر الزام لگانا اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ایسا سنگین اور سخت گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا اگرچہ مسلمانوں میں سے ہو، جہنم کے ایک حصہ پر (جس کو حدیث میں جسرِ جہنم کہا گیا ہے) اس وقت تک ضرور قید میں رکھا جائے گا، جب تک کہ جل بھن کر اپنے اس گناہ کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے، جس طرح کہ سونا اس وقت تک آگ پر رکھا جاتا ہے جب تک کہ اس کا میل کچیل ختم نہ ہو جائے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ کے ہاں ناقابلِ معافی ہے، لیکن آج ہم مسلمانوں کا، ہمارے خواص تک کا یہ لذیذ ترین مشغلہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

احسان

عَنْ اَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِهٖ

ترجمہ: حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے (یعنی سب مخلوق کی روزی اور ان کی ضروریاتِ حیات کا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے، جس طرح کہ کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کی روزی اور ان کی ضروریات کا مجازاً کفیل ہوتا ہے) پس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَکُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰکِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے، بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دنیا میں خواہ احسان یا حسنِ سلوک کا چلن ہو یا ظلم اور بدسلوکی کا دور دورہ ہو، اہلِ ایمان کو چاہیے کہ ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک ہی کا رہے، نیز یہ احسان صرف ان ہی لوگوں کے ساتھ نہ کیا جائے جو ہمارے ساتھ احسان کرتے ہوں، بلکہ جو لوگ ہمارے ساتھ برا سلوک کریں، ان کے ساتھ بھی ہم احسان ہی کا رویہ رکھیں۔ ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھے میرے پروردگار کا حکم ہے کہ جو مجھ سے قطع رحمی کرے میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں اور جو مجھے نہ دے، جب میرے دینے کا وقت آئے تو میں اس کو بھی دوں۔“

نیکی و بدی کے اثرات

حضرت مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ

جزاوسزا

جس معاشرے اور سوسائٹی میں قانون نافذ ہو، جرم کرنے پر سزا ملنے کا یقین ہو تو وہ معاشرہ جرائم سے،.برائیوں سے محفوظ ہونے لگتا ہے اور جہاں جرم کی سزا کا اندیشہ ہی نہ رہے اور نہ ہی کچھ اچھا کرنے پر انعام اور اس کی حوصلہ افزائی کا یقین ہو تو وہ معاشرہ جرائم سے بھر جاتا ہے۔اسی طرح اللہ کے قانونِ عدل سے جب مسلمان بے خبر ہو جاتا ہے اور اس قانونِ عدل سے ناواقف ہو جاتا ہے، لاعلم ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے اندر بھی اللہ کی نافرمانیاں اور اس کے گھر کے اندر بھی اللہ کا حکم ٹوٹتا رہتا ہے، اگر مسلمان کے دل و دماغ میں اللہ کے قانونِ عدل کا تصور صحیح ہو اور اس کا یقین ہو تو مسلمان کی زندگی گناہوں سے پاک اللہ کی نافرمانی سے محفوظ ہو سکتی ہے۔

نیکی پرانی نہیں ہوتی گناہ بھلایا نہیں جاتا

رسول اللہ ﷺ نے سمجھانے کے لیے فرمایا کہ نیکی پرانی نہیں ہوتی گناہ نہیں بھلایا جاتا، جس ذات نے نیکی پر انعام اور گناہ پر سزا دینی ہے، وہ ذات غافل نہیں ہے، اس سے نہ کوئی نیکی چھپی ہوئی ہے اور نہ کوئی برائی اس کے علم اور اس کی نظر سے اوجھل ہے، جس ذات نے بدلہ دینا ہے وہ سوتی نہیں ہے۔اب خیال رکھنا جو آج بوو گے ناں وہ کل کاٹنا پڑے گا، نیکی کا درخت لگایا ہے میٹھا پھل ملے گا اور قسم خدا کی! گناہ کا کانٹا آپ نے زمین پر رکھا ہے تو اس کی چبھن زندگی میں ضرور آئے گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قانونِ عدل اور انصاف کا قانون ہی نہ ہو، ممکن نہیں ہے۔۔۔

کوئی شخص اللہ کی نافرمانیوں میں زندگی گزارے اور سلامتی سے دور نہ ہو جائے، عافیتوں سے دور نہ ہو جائے، عافیت اس سے کوسوں دور ہو جاتی ہے اور کوئی شخص عافیت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، سلامتی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، اس کی باڑ ہے، اس کی حفاظت کا نقشہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتایا، فرمایا وہ گناہوں سے پاک زندگی ہے، وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، اگر دائمی سلامتی چاہتے ہو دائمی عافیت چاہتے ہو اپنی زندگی کو پرہیزگاری پر لے آؤ اور اپنی زندگی کو مصیبت میں لانا چاہتے ہو، آفات کا شکار ہونا چاہتے ہو، بے چینی اور بے سکونی کی زندگی دیکھنا چاہتے ہو، نفرتوں اور ٹوٹ پھوٹ کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو پھر کرتے رہو اللہ کی نافرمانی۔۔۔ پھر اللہ کی نافرمانیوں پر یہ سزا ضرور آئے گی، دیر سویر ہو گی، لیکن اس ذات کا یہ قانونِ عدل ہے، انصاف کا قانون ہے کہ گناہ کی سزا ضرور آتی ہے، ایسا نہیں ہوتا بھائی! کوئی شخص گناہ کرتا رہے سزا نہ ملے، ایسا نہیں ہوتا۔۔۔ نافرمانی کرے گا، سزا آئے گی، یہ الگ بات ہے کہ یہ اتنا بے حس ہے کہ اسے اس سزا کا احساس ہی نہیں ہے۔

نیکی اور بدی کے اثرات

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے تو میں اس کا اثر اپنی باندی اور اپنی سواری میں دیکھتا ہوں، باندی میری اطاعت سے غافل ہو جاتی اور سواری صحیح نہ چلتی۔یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے بصیرت دی تھی، نگاہیں دی تھیں، پاکیزہ زندگی دی تھی اور احتساب کرنے کا مزاج دیا تھا، لیکن یہاں تو اللہ کی طرف سے تھپڑ بھی لگتا ہے، سزا بھی ملتی ہے، ہوش پھر بھی نہیں آتا۔۔۔ میرے گناہ کی سزا ہو سکتی ہے، یہاں یہ احساس ہی ختم ہو گیا، لیکن اللہ کا انصاف کا قانون ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی امت کو بتلایا اور سمجھایا کہ دیکھو! نیکی پرانی نہیں ہوتی، اس کا پھل بڑا میٹھا ہوتا ہے، اس کی خوشبو بڑی اچھی ہوتی ہے اور دیکھو! گناہ نہیں بھلایا جاتا، تم نے خلوتوں میں کیا ہے، تنہائیوں میں کیا، لوگوں کی نظر نہیں پڑی قانون کی رسائی نہیں، اس ذات نے دیکھا ہے، اس ذات کے علم میں ہے جوانی کی سزا بڑھاپے میں مل سکتی ہے، سالوں پہلے کاری ایکشن سالوں بعد ہو سکتا ہے، لیکن گناہ کی سزا آئے گی۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ

دیر سویر ہو سکتی ہے، آج جو مسلمان گناہوں پر جرأت کرتا ہے اور اسے اللہ کی نافرمانی پر جو حوصلہ ملا ہوا ہے، اللہ کے اس قانون سے غافل ہے، ورنہ دنیا کے بونے حکمرانوں کے قانون کا ڈر ہو تو سو جتن کرتا ہے جرم سے بچنے کی اور اپنا جرم چھپانے کی اور یہاں تو علانیہ گناہ ہوتا ہے، یہاں تو گناہ پر فخر کیا جاتا ہے، یہاں تو اسٹیٹس بن گیا ہے، یہاں تو بڑائی کا معیار گناہ بن گیا ہے اور یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ کے اس قانون سے بے خبر ہیں کہ سزا آتی ہے، اگر کسی مسلمان کو یقین ہو جائے کہ اس ذات کا یہ قانون ہے کہ سزا آئے گی، یقین جانیے! رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے، چین نہیں آئے گا، جیسے کوئی آدمی زہر کھالے اور یقین ہوتا ہے کہ اس کاری ایکشن آئے گا۔۔۔ بتایئے! بچہ غلطی سے کھالے تو ماں کو سکون آئے گا؟

باپ کو سکون آئے گا؟ اور جب تک اس کے اثرات ختم نہ کر لے، گھر میں چین نہیں ہے، اگر مسلمان کو یقین آجائے کہ اس گناہ کے زہر کا اثر ہے تو کہاں وہ اپنی زندگی میں.برداشت کر سکتا ہے، کہاں اپنے بچوں میں.برداشت کر سکتا ہے، کہاں اپنے نظروں کے سامنے اللہ کی نافرمانی.برداشت کر سکتا ہے، چین نہیں آئے گا، اس لیے کہ قدرت کا تھپڑ پڑ سکتا ہے، سزا آسکتی ہے۔

ایمان کی کسوٹی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی ایمان کی علامت ہے کہ اس نے اللہ کو پہچانا ہے، اس نے اللہ کی قدرت کو پہچانا ہے، اسے اللہ کی معرفت نصیب ہے، یہ اللہ کے قانونِ انصاف سے باخبر ہے، اسے چین نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیسے پتا چلے گا کہ ایمان ہے بھی یا نہیں تو فرمایا جب تو نیکی کرے اور خوش ہو جائے اور تجھ سے گناہ سرزد ہو جائے، پریشان اور بے چین ہو جائے، یہی تو ایمان کی علامت ہے، اگر بچہ جرم میں مبتلا ہو جائے اور دنیا کے حکمرانوں کے جرم میں مبتلا ہو جائے، بتایئے! کیا گزرتی ہے ماں باپ پر؟ کیوں کہ اس کی سزا کا اس کے ری ایکشن کا یقین ہے تو کیا حالت ہوتی ہے اور اس کے لیے کتنا فکر مند ہوتا ہے اور بادشاہوں کے بادشاہ کی نافرمانی اور وہ بھی علانیہ اور وہ کھلے عام اور وہ بھی جرأت کے ساتھ۔۔۔ وہ بھی اسٹیٹس کے لیے۔۔۔ یہ صرف اللہ کے اس قانون سے بے خبری کا نتیجہ ہے، لیکن سزا تو آرہی ہے، اس کی آفات تو آرہی ہیں، اس کی تباہی اور.بربادی تو گھر گھر کے اندر ہے، کیا امیر کیا غریب کیا مرد کیا عورت کیا شہری کیا دیہاتی کیا دولت مند کیا مسکین آج اس کاری ایکشن سب دیکھ رہے ہیں، سب پریشان ہیں، سب کی زندگیوں میں بے چینی اور بے سکونی ہے۔

گناہ کاری ایکشن یقینی

جب گناہ انفرادی ہو گا تو سزا بھی انفرادی ہو گی اور جب گناہ اجتماعی ہو گا اور معاشرتی سطح پر ہو گا، قومی سطح پر ہو گا، سزا بھی اجتماعی ہو گی، جب گناہ چھپا ہوا ہو گا تو سزا بھی چھپی ہوئی آئے گی اور اگر گناہ علانیہ ہو گا تو پھر سزا بھی علانیہ ہو گی۔اللہ کا یہ قانونِ انصاف ہے، جیسا جرم ہے ویسی سزا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو آگاہ کیا، خبردار کہ دیکھو گناہ کر کے بھولنا یا گناہ نہیں بھلایا جاتا، تم بھی نہ بھولنا، کوشش کرنا، جلدی اس کے اثرات مٹا لینا، ورنہ اس کاری ایکشن زندگی میں آئے گا، گھر میں آئے گا، اولاد میں آئے گا، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں آئے گا، اس کے اثرات مٹا لینا بھلایا نہیں جاتا اور جس ذات نے یہ بدلہ دینا ہے، وہ کون سی غافل ہے، وہ کون سی بے خبر ہے، وہ کون سی سوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بوؤ گے وہ کاٹنا پڑے گا، چاہے مہینے بعد کاٹو، سالوں بعد کاٹو.بڑھاپے میں کاٹو، آج کاٹو، کل کاٹو، کاٹنا پڑے گا۔

امام شافعیؒ نے ایک عجیب بات فرمائی جب کسی گھر میں کسی گھر کا کوئی فرد کسی کی عزت اور آبرو خراب کرتا ہے تو فرمایا یہ.برائی اس کے گھر پر قرض ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی عورت اس قرض کو چکائے گی، اگر کوئی مرد کسی گھر کا، کسی کی عزت آبرو پر حملہ کرتا ہے تو یہ اس گھر کی عورتوں پر قرض بن جاتا ہے، کوئی نہ کوئی اس گندگی کے اندر ضرور مبتلا ہو گی۔ایک واقعہ لکھا کہ ایک شخص سونے کا کام کرتا تھا۔ایک خاتون آئی اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اس سے لذّت لی، گھر واپس آیا، اپنی اہلیہ کو روتے ہوئے دیکھا اس نے کہا: ”کیا ہے؟“ کہا ہمارا ہی ایک خادم جس پر اتنا اعتماد اور کئی سالوں سے ہمارے پاس ہے، آج جب میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو اس کی آنکھوں سے فوراً آنسو بہنے لگے اور کہا جو میں نے وہاں کیا اس کاری ایکشن میں نے گھر میں دیکھا، جو مجھ سے وہاں ہوا اس کاری ایکشن گھر پر ہوا ہے۔

توبہ کا تریاق

جو ہوتا ہے ناں اس کاری ایکشن ہوتا ہے، وہ دوسری بات ہے کسی کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے کسی کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو، لیکن گناہوں کاری ایکشن ہوتا ہے۔اللہ کا ارشاد ہے، اللہ کے رسول کی بات ہے کہ اس کا اثر زندگی میں ضرور پڑتا ہے۔ کمزوریاں ہیں، خطائیں ہیں، گناہ ہیں، لیکن توبہ کا تریاق بھی تو ہے، سچی استغفار کا تریاق بھی تو ہے، تاکہ ان گندگیوں کاری ایکشن میرے گھر میں نہ آئے، ان گندگیوں سے جو آفات ہیں اس سے میرا گھر میری زندگی محفوظ رہے، تریاق بھی موجود ہے، اس لیے کبھی کسی گناہ کو جان بوجھ کر نہ کرو، اس لیے کہ گناہ.برا ہے۔

بے چینی و بے سکونی کیوں؟

لیکن بدترین گناہ ہے اصرار کرنا، گناہ.بری چیز ہے، لیکن بدترین چیز کیا ہے؟ گناہ پر اصرار کرنا۔۔۔ اور اس سے بھی بدتر یہ ہے کہ گناہ علی الاعلان اور گناہ فخریہ ہو، گناہ کو اپنے لیے عزت کا باعث سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: میرے ہر امتی کی معافی ہو گی، لیکن جو علی الاعلان کھلے عام میری بغاوت پر اتر آئے ہیں، ان کی معافی نہیں تو بغاوت کی بات ہے ناں کہ اس کی سلطنت میں رہ رہا ہے اور اس کی نافرمانیوں پر دندناتا اور فخر کر رہا ہے۔ سلطنت اُس کی ہے، کھاتا اُس کا ہے، پیتا اُس کا ہے، نعمتیں اُس کی استعمال کرتا ہے اور پھر اُس سے مقابلہ۔۔۔۔بڑی ہمت کی بات ہے۔اللہ کہتا ہے:.بڑی ہمت ہے آگ پر صبر کرو گے، مرنے کے بعد تو جہنم کی آگ ہے اور دنیا کی آگ کیا ہے؟ بے چینی اور بے سکونی، دنیا میں کیا آگ ہے؟ بے چینی اور بے سکونی کی اور گھروں کے ٹوٹ پھوٹ کی۔

سعودیہ میں ہر دس منٹ کے بعد ایک گھر ٹوٹ رہا ہے۔ مغرب کو چھوڑیے وہاں تو ہر دوسرا بچہ حرام کا ہے، وہاں تو ایک منٹ میں دو آدمی خودکشیاں کر رہے ہیں۔ یہ نئی نسل نشہ آور دوائیں کیوں استعمال کرتی ہیں؟ بے سکونی ہے، بے چینی ہے، کسی کروٹ سکون نہیں ہے اور بے سکونی کی وجہ معاش نہیں، معاشی بوجھ نہیں ۱۸ سے ۲۰، ۲۲ سال کے بچے پر تو معاشی ذمہ داریاں بھی نہیں ہیں، گناہوں کاری ایکشن ہے۔آنکھیں ناپاک ہو گئیں، کان گندے ہو گئے، ضمیر ناپاک ہو گیا، جوانی بے حیائی اور گندگیوں میں پڑ گئی، سکون اٹھ گیا ہے۔

زہر کاری ایکشن سب جانتے ہیں، آگ کاری ایکشن سب جانتے ہیں، ان چیزوں کاری ایکشن سب جانتے ہیں، گناہ کاری ایکشن اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے کبھی ٹھنڈی سانسوں اپنی زندگیوں میں اپنے کاروبار میں گناہ کو جگہ نہ دیں، کمزور ہیں، غلطی ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فوراً معافی مانگ لو اور ایسا اللہ کریم ہے تم نے غلطی کی معافی مانگ لی، پھر غلطی ہو گئی، پھر معافی مانگ لی، پھر غلطی ہو گئی، پھر معافی مانگ لی۔

توبہ کرنے والا آغوشِ رحمت میں

توبہ کی اور ٹوٹ گئی اور توبہ کی اور ٹوٹ گئی توبہ کی اور ٹوٹ گئی، لیکن توبہ کرنا نہ چھوڑی تو میں اس کو پیار دے دیتا ہوں، میں اسے اپنی محبت دے دیتا ہوں، میں اس کو اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہوں، میں اسے گناہوں کے.برے اثرات سے محفوظ کر دیتا ہوں، پاکیزہ زندگی تقویٰ کی زندگی پرہیزگاری کی زندگی ہے، اگر سلامتی چاہتے ہیں، عافیت چاہتے ہیں اور ایمان پر جینا اور مرنا چاہتے ہیں تو گناہوں کی زندگی سے پاک زندگی ہو ہمارے گھروں کی، ہمارے معاشروں میں ایسی مبارک زندگی اللہ نصیب فرمائے۔ آمین

بسم اللہ کی برکت

حذیفہ رفیق

نبی کریم ﷺ کے ایک غلام، خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بدّو (دیہاتی) مہمان آیا۔ آپ علیہ السلام ازواج مطہرات کے مکانات کے سامنے تشریف رکھتے تھے۔ آپ علیہ السلام اس سے گفتگو فرماتے تھے۔ اس کے علاقے کے لوگوں کے بارے میں پوچھنے لگے جو بظاہر قریبی زمانے میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام اس سے وہاں کے حالات پوچھ رہے تھے کہ لوگ اسلام سے خوش ہیں، نماز کا اہتمام ان میں کیسا ہے؟ اور اس طرح کے سوالات آپ علیہ السلام اس سے کر رہے تھے اور وہ بدّو آپ کو وہاں کے اچھے حالات سنا رہا تھا، جسے سن کر آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَتّٰی رَاَیۡتُ وَجۡہَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ نَضِیۡرًا

"یہاں تک کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو (خوشی سے) چمکتا ہوا دیکھ رہا تھا۔"

باتیں کرتے کرتے نصف النہار (زوال) کا وقت ہو گیا اور کھانے کا وقت ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے چپکے سے بلایا اور اس بات کی پوری احتیاط کی، اُس بدّو کو اندازہ نہ ہوا کہ آپ کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ فرمایا:

"اِیۡتِ عَائِشَۃَ فَاَخۡبِرۡہَا اَنَّ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ضَیۡفًا"

"عائشہ کے پاس جاؤ اور ان کو بتاؤ کہ اللہ کے رسول کا مہمان آیا ہے۔"

ثوبانؓ نے جا کر پیغام عرض کیا تو وہاں سے اماں جان عائشہؓ نے جواب دیا۔

قسم اس ذات کی جس نے نبی کریم ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ صبح سے میرے گھر میں انسان کے کھانے کے قابل کوئی چیز نہیں۔

انھوں نے آکر یہ جواب رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ نے دیگر ازواج مطہرات کے گھروں پر باری باری یہی پیغام بھجوایا۔ ہر گھر سے وہی جواب آیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے آیا۔

اس سے رسول اللہ ﷺ افسردہ، پریشان ہو گئے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَیۡتُ لَوۡنَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ خَسَفَ

میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ بدلتے دیکھا۔

اب تک وہ بدّو ماجرا سمجھ چکا تھا، اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا۔

ہم دیہات کے لوگ ہیں، مشقّتوں کے عادی ہیں، سادگی ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ ہم شہر والوں کی طرح نہیں ہیں۔ ہمارے لیے تو ایک مٹھی کھجور بھی بہت ہے اور اس کے اوپر دودھ یا پانی پینا نصیب ہو جائے تو یہ ہمارا بہت اچھا کھانا ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتنے میں سامنے سے ہماری ایک بکری گزری جس کا دودھ دوہا، نکالا جا چکا تھا، اس کا نام تھا "تمر" (رسول اللہ ﷺ کے کئی جانوروں اور سواریوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں، چناں چہ آپ علیہ السلام کی اونٹنی کا نام تھا، قصوا آپ کے دراز گوش کا نام تھا عُفَیر اور خچر کا نام تھا دُلدُل اور آپ کے گھوڑوں کی تعداد سات (۷) تھی۔ سب کے الگ الگ نام تھے۔

(۱) سَکۡب (۲) لُحَیف (۳) سَجۡۃ (۴) ظَرِب (۵) لِزاز (۶) مُرتَجِز (۷) وَرۡد

آپ علیہ السلام نے اس کو نام سے پکار کر بلایا، ثمر، ثمرا وہ تیز تیز چلتی ہوئی آپ علیہ السلام کے پاس آگئی۔ آپ نے اس کی ٹانگوں کو پکڑا اور کہا: "بسم اللہ" پھر باندھنے لگے اور کہا: بسم اللہ پھر اس کی ناف پر اپنا دستِ اقدس پھیرتے ہوئے کہا بسم اللہ یہاں تک کہ اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ آپ نے مجھ سے برتن منگوایا۔ میں نے ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ نے خود بسم اللہ پڑھ کر دودھ دوہا، وہ پیالہ بھر گیا بدّو کو پیش کیا اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر پیالہ نیچے رکھنے لگا آپ نے فرمایا اور پیو، اس نے پھر پیا پھر رکھنے لگا، پھر آپ علیہ السلام نے یہی فرمایا، اس نے پھر پیا اس طرح ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس سے زیادہ پینے کی اس میں طاقت نہ رہی۔

پھر دوبارہ آپ علیہ السلام نے دودھ دوہا اور فرمایا: یہ عائشہ کو پہنچاآؤ۔ اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سیر ہو کر پیا پھر وہ برتن واپس آپ علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے دوبارہ بسم اللہ پڑھ کر اس میں دودھ دوہا اور دوسری زوجہ کے پاس بھیجا، وہاں سے واپس آیا تو دوبارہ بسم اللہ پڑھ کر دوہا اس طرح تمام ازواج مطہرات امہات المؤمنین کے پاس بھجوایا۔ ہر ایک اسی طرح سیر ہو کر برتن واپس کرتیں اور آپ علیہ السلام دوبارہ بسم اللہ پڑھ کر دودھ دوہ کر دوسری زوجہ مطہرہ ام المومنین کے پاس بھجواتے۔ یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات کو پہنچایا، پلایا جا چکا، اس کے بعد آپ علیہ السلام نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوہا، یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: مہمان کو پیش کرو۔ ثوبانؓ کہتے ہیں: میں نے مہمان کو پیش کیا، اس نے بسم اللہ پڑھ کر پیا، اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مجھے دیا، میں نے اس پیالے میں اپنے ہونٹ بھی عین اس جگہ رکھے، جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہونٹ رکھے تھے۔ وہ دودھ جو میں نے پیا وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ثوبانؓ کو دینے سے پہلے خود نبی کریم ﷺ نے نوش فرمایا تھا، اگرچہ روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، لیکن ثوبانؓ کا اپنے ہونٹ اس جگہ رکھنا جہاں حضور ﷺ نے اپنے ہونٹ رکھے تھے، سے یہ اندازہ ہوتا ہے)

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"اے اللہ! اس (بکری) میں اس کے گھر والوں کے لیے برکت ڈال دے۔"

خواتین کی تعلیم و تربیت کی اہمیت

عبدالمتین

کسی بھی تعلیمی نظام کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب امت کے ہر طبقے کو اس تعلیمی سلسلے سے فائدہ پہنچایا جا سکے، خواہ بچے ہوں یا بچیاں، مرد ہوں یا خواتین، یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر جب سب سے پہلی وحی الٰہی کا نزول اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ترجمہ: "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔" سے ہوا تو اس میں اقۡرَا کا خطاب اللہ رب العزت نے مرد عورت دونوں کے لیے عام فرمایا، کیوں کہ مرد و عورت دونوں ابنِ آدم ہونے کی حیثیت سے ایک ہی مقصدِ حیات لے کر دنیا میں آئے ہیں۔

خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کو جس قدر سنجیدگی سے لیا جائے کم ہے، کیوں کہ یہ سلسلہ صرف اس ایک جنس تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان سے پرورش پانے والی اس آنے والی نسل تک اس کے اثرات جاری رہتے ہیں جو کہ ایک طرح سے امت کا مستقبل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیج کر سب سے پہلے ان کی جوڑی حضرت حوا علیہا السلام کے ذریعے مکمل کی گئی، تاکہ یہ جوڑا نسلِ انسانی کی افزائش کا ذریعہ بن سکے۔

امت کی تربیت کا جو فریضہ ایک ماں انجام دیتی ہے، ویسا کسی بھی تعلیمی ادارے کے بس کی بات نہیں، گھر کا مکمل نظم و نسق، اس کی صفائی ستھرائی، زیب و زینت اور گھر کو مکمل طور پر ایک مثالی ماحول قائم کرنے میں جو کردار عورت کا ہے وہ مرد کا بھی نہیں، اسی طرح بچوں کی تربیت اور ان کی درست خطوط پر رہنمائی، لمحہ بہ لمحہ ان کی نگرانی و خبر گیری اور ان کی ہر عادت و اطوار سے مکمل واقفیت ایک ماں ہی کا خاصہ ہے۔

امہات المؤمنین اور تعلیم و تربیت کا عمل

علومِ نبوّت کی ہم تک رسائی میں ایک اہم کردار ان امہات المومنین کا بھی ہے جنھوں نے نبوت کے اس چشمے سے براہِ راست سیرابی حاصل کی اور ان علوم کو ہم تک منتقل فرمایا، جن میں امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام سرِ فہرست ہے، جن کی علمی، ادبی روایات بکثرت موجود ہیں اور کئی اصحاب النبی ﷺ آپ سے استفسار فرمایا کرتے تھے، خاص کر آپ ﷺ کی خانگی اور ازدواجی زندگی کے وہ پہلو جن سے گھر کا باہر واقف نہیں تھا، وہ مکمل اسوۂ حسنہ ہم تک ان ہی پاک طینت امہات کے توسط سے پہنچا ہے۔

اسلام سے قبل عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی، اس لیے آپ نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دلائی، آپ کا ارشاد ہے: "جو شخص اپنی بیٹی کی خوب اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے اور اس پر دل کھول کر خرچ کرے تو (بیٹی) اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہو گی۔" (المعجم الکبیر للطبرانی 10448) امام بخاریؒ نے تعلیمِ نسواں کے سلسلے میں ایک پورا باب ہی قائم کیا ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جیسے صحابہ کرامؓ کو پند و نصیحت کیا کرتے تھے، ویسے ہی صحابیات کے درمیان بھی تبلیغِ دین فرمایا کرتے تھے۔ امتِ مسلمہ کی تاریخ میں علوم اسلامیہ کے جن جن شعبہ جات مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ میں مردوں نے خدمات انجام دی ہیں، اسی طرح خواتین اسلام کا بھی اس میں بڑا کردار رہا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ آج بھی علمِ دین کے حصول کی خاطر خواتین اسلام کا ایک وسیع حلقہ بڑے پیمانے پر متحرک عمل ہے، جن کے ذریعے علومِ نبوت کی شمعیں مدارس سے نکل کر ہر خانہ خاتون تک پہنچ رہی ہے اور آج کے پُرفتن ماحول میں رہنے کے باوجود وہ اپنی روایات اور پاک دامنی کا سہارا ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں، آج بھی ان کی اُمنگوں کا محور علم دین ہے۔

بنات کے لیے مختص تعلیمی اداروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، جس سے ان کی ضرورت، اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں بنات کے مدارس کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ وفاق المدارس پاکستان سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں قرآن کریم کی حافظات اور معلمات تیار ہو چکی ہیں جو کہ الحمد للہ جگہ جگہ مختلف تعلیمی حلقوں سے وابستہ ہیں اور اس مادیت زدہ دور میں علوم بنوت کی اشاعت کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔

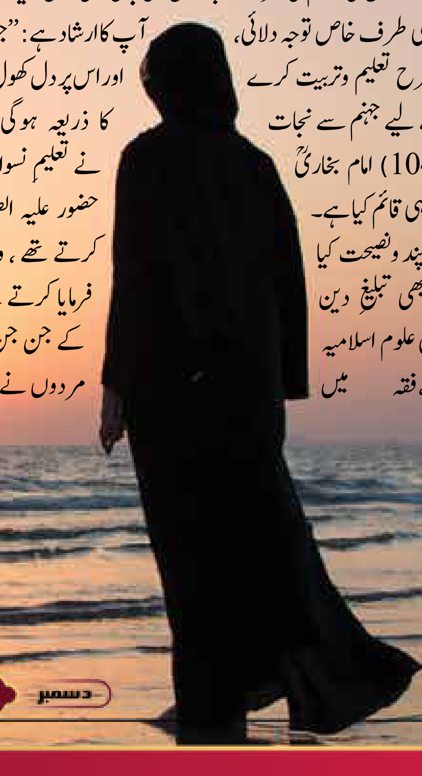

مہلت

ملائکہ سلیمان

وقت نے نہ کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا ہے اور نہ کبھی دیکھے گا، بس اپنی نشست سنبھالے ٹرین کی تیزی سے چلتے پہیوں کی مانند گزرتا ہی چلتا جائے گا، حتیٰ کہ اب بھی وقت گزرتا جا رہا ہے۔

اگر ہم نے اپنی زیست کو حصولِ مقصد کے شارع تک پہنچانا ہے تو وقت کے گزرتے ہر ایک لمحے کو اہمیت دینا ہو گی، تاکہ بعد میں افسوس کا مظاہرہ کرنے کا کوئی جواز باقی نہ رہے۔ وقت دوا بن کر علاج کرتا ہے تو بعض اوقات یہی دوا زہر بن کر ہمارے اندر اِس طرح پھیل جاتا ہے کہ ہمیں سِسک سِسک کر زندہ لاش بننے پر عاجز کر دیتا ہے۔

وقت بہت بڑا ماہر ہے۔

جو اچھے اچھوں کو سیدھی راہ راست پر چلنے کا اسلوب سیکھا دیتا تو کبھی غرور کے اونچے زینے پہ چڑھے بشر کو ایک پل میں ہی پچھتاوے کی پستیوں میں گرا دیتا ہے۔

وقت کی گہرائی کو اگر ہم سمجھ جائیں تو بڑی سے بڑی مصیبت کے گھڑے میں گرنے سے بچ سکتے ہیں۔

کسی کے ہاتھ کا پڑا تھپڑ پیچ و تاب کا اشتعال بڑھا دیتا ہے تو کبھی کبھار حیرت مآب کا اور اگر یہی وقت کا زوردار طمانچہ جب زندگی میں رسید ہوتا ہے تو ہردو کے بجائے ملال کا رقبہ ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

"بدلتے وقت کو لمحہ نہیں لگتا اور لمحے میں وقت مقدر بدل دیتا ہے۔"

وقت کبھی یادگار بن کر ہمارے آنکھوں میں اپنا عکس چھوڑ جاتا تو کسی گھڑی بھری ہاتھوں کو عمر کے ساتھ تنہا چھوڑ چھاڑ کر بے فکری سے دور دراز چلے جاتے ہیں۔

پھر کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتا، سوائے زندگی کے موسمِ بہار کے دوبارہ خوش ادیشہ دینے کی۔

جس نے وقت کی تیزی کو اپنی ہاتھوں کی مُٹھی میں جکڑ لیا، سمجھیں اس نے زیست کو سنوار لیا۔ گویا، جس کسی نے بھی وقت کو بے معنی سمجھا۔ اُس نے زندگی کو اپنے ہی ہاتھوں سے خشک کنویں میں دھکیل دیا۔

وقت کی قدر کرنا سیکھیں، کیوں کہ گزرتا وقت کا لمحہ بہ لمحہ بے حد مقبول ہے۔

اسے ضیاع نہ کریں، کیوں کہ وقت کا اتباع زندگی کے سیاہ رنگ کو صحیح اوقات میں خوبصورت رنگوں سے رنگ دیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ وقت کی مہلت کو سمجھ لیں، بھرپُور طرح سے برتنے کی استعداد کر لیں اور دوسروں کو بھی تلقین کریں۔

ایک معاشرتی ناسور

بیگم ناجیہ شعیب احمد

بیرونی دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ گھر کے اندر میں سب ہی موجود تھے، مگر کیا دروازے پر ہونے والی دستک کسی کو بھی سنائی نہیں دے رہی تھی؟ دستک بہت واضح طور پر سنائی دے رہی تھی البتہ اہلِ خانہ کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

سلمان صاحب نے سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی فرد ہلکی سی بھی آواز نہ نکالے، جب کہ ننھی میمونہ کو دروازے کی اوٹ سے باآواز بلند یہ کہنے پر مامور کیا گیا تھا کہو: ”بابا گھر پر نہیں ہیں۔“ بچے تو من کے سچے ہوتے ہیں۔ چھوٹی معصوم سی میمونہ کا یہ پہلا تجربہ تھا، بے چاری سفید جھوٹ بولتے ہوئے سخت کش مکش کا شکار تھی اور کَن اَکھیوں سے دم سادھے کھڑی ماں اور تیوری چڑھائے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آواز حلق میں اٹک رہی تھی۔ ابھی تک دستک کا جواب موصول نہیں ہوا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ باہر کھڑے سعود احمد بھی تہیہ کر کے آئے تھے کہ آج دروازہ کھلوا کر ہی دم لیں گے۔ سلمان صاحب نے کھا جانے والی نظروں سے میمونہ کو گھورا تو بچی کی آواز حلق سے برآمد ہونے میں کام یاب ہو ہی گئی۔ ”انکل! بابا گھر پر نہیں ہیں۔“

”بیٹی! مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے، جیسے ہی گھر آئیں کہنا مجھ سے فوری رابطہ کریں۔“

سعود احمد نے مومنہ کی آواز سنتے ہی مردہ سی آواز میں اپنا پیغام دیا اور لمبے لمبے ڈنگ بھرتے ہوئے یہ جا وہ جا۔ سعود احمد کے جاتے ہی سلمان صاحب کے اہلِ خانہ کی سانسیں بحال ہوئیں۔

دو سال پہلے سلمان صاحب نے ایک ماہ کے وعدے پر سعود احمد سے ایک لاکھ روپے ادھار مانگے تھے، جو سعود احمد نے پڑوسی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے فوراً سے پیشتر انھیں دے دیے تھے۔ دے کر بھول جانا سعود احمد کی اچھی عادت تھی، جبھی بھلے مانس آدمی نے دو سال تک اپنی ادھار دی گئی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ تھوڑی تنگی آئی تو یاد آیا اور پھر بیسیوں چکر لگائے، مگر ہر بار بے نیل و مرام دروازے سے لوٹ جاتے۔ ہر مرتبہ ایک نیا جھوٹا بہانہ ان کی راہ تکتا۔ سلمان صاحب کے اس برے رویے نے سعود احمد جیسے شریف النفس آدمی کو شرمندہ کر کے رکھ دیا تھا۔ کسی کا مقولہ ہے کہ آپ کا پیسا آپ کی جیب میں ہے تو آپ کا ہے، مگر اگر آپ کا پیسا کسی اور کی جیب میں ہے تو وہ آپ کا نہیں۔ اب آپ کا باپ بھی اس کی مرضی کے بغیر آپ کا پیسا اس کی جیب سے نہیں نکلوا سکتا۔ سو نیکی کر اور دریا میں ڈال اسی لیے مشہور ہے۔

آگے چلیں یہ ایک پھل فروش کا ٹھیلا ہے، جو پھل منڈی میں مناسب دام میں دستیاب ہے، وہی پھل یہ منہ مانگی قیمت میں فروخت کر رہا ہے۔ لوگ خریدنے پر مجبور ہیں۔ سونے پہ سہاگا یہ کہ ایک تو جھوٹ بول کر پھل قدرے مہنگے داموں بیچ رہا ہے، اس پر طرّہ یہ کہ ناپ تول میں بھی ڈنڈی مارنے سے قطعاً عار نہیں کھاتا بلکہ دھڑلّے سے کم تولتا ہے۔ چکنی چپڑی باتوں میں الجھائے رکھتے ہوئے آنکھ بچا کر ایک آدھ گلا سڑا پھل شاپر میں ڈال کر گاہک کو تھما دیتا ہے۔ ہاں! اگر گاہک خراب نوٹ پکڑا دے تو یہ پھر بڑا اہلا مچاتا ہے کہ نوٹ خراب ہے، پھٹا ہوا ہے دوسرا دو، ورنہ شاپر واپس رکھ دو۔ واہ بہت خوب!! اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

◆◆◆

ماں بیٹی کی گفتگو بھی سنتے جائیے! ہر جا تربیت کا فقدان ہے، المیہ ہے المیہ!!

”امی! آپ کا فون ہے۔“

”کہہ دو امی کی طبیعت ٹھیک نہیں، سو رہی ہیں۔“

کبھی بچے جھوٹ بولتے یا چوری کرتے ہوئے پکڑے بھی جائیں تو مسکرا کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ شاباش بہت اچھا کام کیا۔

اور پھر چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بولنا اور بڑے بڑے دھوکے اور غلط بیانیاں کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔

”انوشہ بٹیا! یہ چاکلیٹس آپ نے کھائی ہیں۔“

”نن نہیں امی! میں نے تو نہیں کھائیں۔“ ماں نے مسکراتے ہوئے بیٹی کے منہ پر لگی چاکلیٹ صاف کی اور بولی: ”جھوٹ پکڑا گیا۔“

انوشہ نے ماں کے نرم لہجے پر فوراً کانوں پر ہاتھ رکھ کر کے معصومیت سے سوری کہا ماں نے نہال ہو کر بیٹی کو گلے لگا لیا۔ تربیت یہیں سے شروع ہوتی ہے، مگر آج کی مائیں ادھر ادھر کی باتوں میں لگ کر سمجھانے کا یہ قیمتی وقت ضایع کر دیتی ہیں۔

آج کے بچے بڑے بوڑھے ہر کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ کوئی عادتاً تو کوئی نظریۂ ضرورت کے تحت یا مصلحتاً۔

لیکن جھوٹ کا پکڑا جانا بدترین بداخلاقی تصور کی جاتی ہے۔ اعتماد کرِچی کرِچی ہو جاتا ہے، بلکہ یوں سمجھیں کہ شخصیت کا بنا بنایا تاثر ہی بگڑ کر رہ جاتا ہے اور پھر دوبارہ اس جھوٹے شخص پر اعتماد بحال نہیں ہوتا۔ لوگ کھلے عام کہتے پھرتے ہیں کہ آزمائے ہوئے کو بھلا بار بار کیا آزمانا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ بچوں کو جھوٹ بولنا بھی بڑے ہی سکھاتے ہیں، پھر بچے ماہرانہ انداز میں بڑی صفائی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھیں ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے کئی جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

ابتدا یہیں سے ہوتی ہے، کسی کا فون آیا یا دروازے پر دستک ہوئی، آپ بات نہیں کرنا چاہتے بچے سے کہلوا دیتے ہیں کہ ابو گھر پر نہیں ہیں پھر ایک دن بچہ اسے عادتاً اختیار کر لیتا ہے۔ کلاس

بقیہ صفحہ 14 پر

ہماری نسلیں

ام محمد عبداللہ

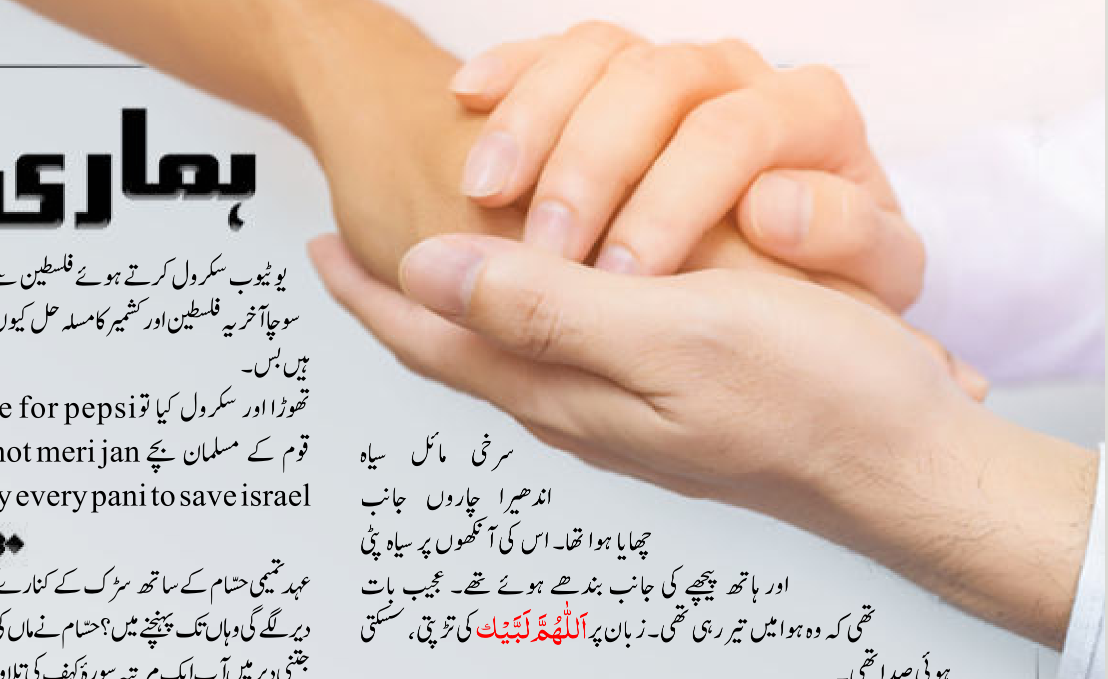

سرخی مائل سیاہ اندھیرا چاروں جانب چھایا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی اور ہاتھ پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے۔ عجیب بات تھی کہ وہ ہوا میں تیر رہی تھی۔ زبان پر اَللّٰھُمَّ لَبَّیْك کی تڑپتی، سسکتی ہوئی صدا تھی۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْك دور کہیں بہت دور نور پھوٹ رہا تھا۔

حلیمہ ہڑبڑا کر اٹھی گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں جانب دیکھا۔ نمازِ فجر بس قضا ہونے کو تھی۔ اس کے شوہر آصف صاحب گہری نیند سو رہے تھے۔ اس نے جلدی جلدی وضو کر کے نمازِ فجر ادا کی۔ تأسّف بھری نگاہوں سے سوئے ہوئے بچوں کی جانب دیکھا۔ طلحہ بارہ اور زبیر دس برس کا ہو چکا ہے، انھیں تو باجماعت مسجد میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس نے دکھ سے سوچا۔ سب میری ذمہ داری تو نہیں ان کے باپ کو بھی کچھ سوچنا چاہیے۔ موصوف باقی نمازیں تو پڑھتے ہیں، فجر کی جب خود ہی نہیں پڑھتے تو ان کو کیا اٹھائیں گے۔ اس نے کندھے اچکائے۔ معمول کے مطابق ہر کام ٹھیک ہو گیا۔ رہ گئی تو بس سب کی نمازِ فجر! وہ اب گھر میں اکیلی تھی۔ کتنا عجیب خواب دیکھا تھا میں نے؟ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْك! کیا میں حج یا عمرے کے لیے جاؤں گی؟ مگر اندھیرا کیوں تھا؟ آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھے ہوئے ہاتھ۔۔۔ اس نے خوف سے جھرجھری لی۔

◆◆◆

رات کا پچھلا پہر تھا۔ دھڑ دھڑ دھڑ گھر کا دروازہ بہت زور سے بجا تھا۔ عہد تمیمی جو اپنے بیٹوں محمود اور حسّام کے ساتھ تہجد کے نوافل پڑھنے کی تیاری کر رہی تھی، گھبرا کر صحن میں آئی تھی۔ صحن میں پڑی چند چیزوں کو ٹھوکریں مارتے وہ اب صحن میں موجود تھے۔ یہ، یہ ہے وہ، گرفتار کرواسے، اس نے فوج پر پتھراؤ کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر تیرہ سالہ محمود کو کھینچا تھا۔ دس سالہ حسام کی رگوں میں شہید باپ کے خون نے جوش مارا تھا، وہ اپنے سے کئی گنا طاقت ور اور عمر میں کئی سال بڑے فوجی سے ٹکرانا چاہتا تھا کہ عہد نے حسّام کو کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ وہ محمود کو لے جا رہے تھے۔ وہ انھیں نہیں روک سکتی تھی، مگر حسّام کو وہ کسی قیمت نہیں کھونا چاہتی تھی۔ ابھی کئی محاذ تھے جنہیں حسّام کی قوت اور جوانی درکار تھی۔ وہ اسے جوان دیکھنا چاہتی تھی۔

◆◆◆

اسرائیل دنیا کا واحد ملک ہے، جہاں بچوں کے لیے خصوصی فوجی عدالتوں کا نظام ہے۔ غرب اردن کے مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں فوجی قبضے کی بدولت فلسطینی بچوں پر اسرائیلی فوج کا فوج داری نظام لاگو کیا جاتا ہے۔

اسرائیلی فوج ہر سال سینکڑوں فلسطینی بچوں کو گرفتار کر لیتی ہے، جن میں سے اکثریت کی عمریں 12 برس کے لگ بھگ ہیں۔ اسرائیل کا مؤقف ہے کہ گرفتار کیے جانے والے بچے ان کی قومی سلامتی کے لیے خطرہ ہوتے ہیں۔ سینکڑوں 18 سال سے کم عمر بچے اس وقت اسرائیلی قید میں ہیں۔

یوٹیوب سکرول کرتے ہوئے فلسطین سے متعلق ایک شارٹ کلپ دیکھتے ہوئے اس نے سوچا آخر یہ فلسطین اور کشمیر کا مسلہ حل کیوں نہیں ہو جاتا، بچپن سے مسئلہ مسئلہ ہی سن رہے ہیں بس۔

تھوڑا اور سکرول کیا تو will you dance for pepsi پر لبیک کہتے پاکستانی قوم کے مسلمان بچے why not meri jan کہتے جسمانی اور ایمانی دونوں طاقتیں pepsi pay every pani to save israel پر نچھاور کر رہے تھے۔

◆◆◆

عہد تمیمی حسّام کے ساتھ سڑک کے کنارے کنارے متانت اور وقار سے چل رہی تھی۔ کتنی دیر لگے گی وہاں تک پہنچنے میں؟ حسّام نے ماں کی جانب دیکھا۔

جتنی دیر میں آپ ایک مرتبہ سورۂ کہف کی تلاوت کر لیں گے۔ عہد مسکرائی۔

حسّام بھی مسکرانا چاہتا تھا، مگر اس کا دل بابا اور محمود بھائی کے لیے اداس تھا۔

حسّام تلاوت کرو، عہد نے حسّام کی کمر تھپکی، وہ خود کو مضبوط رکھنے کے لیے مسکرا رہی تھی۔

◆◆◆

حلیمہ فون چھوڑ کر کتابوں کی الماری درست کرنے لگی تھی۔ بس کوئی ایک کتاب درکار ہوتی ہے تو آصف صاحب تو ساری الماری بے ترتیب کر دیتے ہیں۔ کتابیں ترتیب دیتے ہوئے ایک کتاب کے سرورق پر نظر پڑتے ہی اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ رات والے اندھیرے خواب میں جہاں سے نور پھوٹتا دکھائی دیا تھا وہ، وہ یہی گنبد تو تھا، وہ بے چین ہوئی۔

مسجد اقصیٰ! ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا مسئلہ، تو یہ مسجد اقصیٰ کا گنبد ہے۔ خواب میں، میں نے مسجد اقصیٰ کی جانب سفر کیا ہے کیا؟ لیکن اندھیرا۔۔۔ آنکھوں پہ پٹی بندھے ہاتھ۔۔۔ اسے بے چینی و اضطراب نے گھیر لیا۔ وہ کتاب لے کر صوفے پر آن بیٹھی۔

زمانہ قدیم میں جس علاقے کو ”شام“ کہا جاتا تھا، وہ لبنان، فلسطین، اردن اور شام کی سرزمین پر مشتمل تھا۔ احادیث میں جس کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے، اس سرزمین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں کثرت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا، نیز دیگر کئی علاقوں سے انبیائے کرام نے ہجرت فرما کر اس علاقے کو اپنا مسکن بنایا، جن میں سے چند یہ ہیں:

سیدنا ابراہیم، سیدنا اسحاق، سیدنا یعقوب، سیدنا یوشع، سیدنا موسیٰ علیہم السلام نے تو اس سرزمین (بیت المقدس) پر اپنی موت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی۔ (صحیح بخاری: 1339) سیدنا داوٗد، سیدنا سلیمان، سیدنا زکریا، سیدنا لوط، سیدنا یحیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہم السلام، یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازشیں کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور ان کا دوبارہ نزول اسی سرزمین پر ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اور بعثت اگرچہ مکہ میں ہوئی، لیکن معراج کے موقع پر آپ ﷺ کو اس مقدّس سرزمین یعنی مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) کی سیر کرائی گئی، جہاں آپ ﷺ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی اور معراج کی ابتدا یہیں بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) سے ہی ہوئی۔

فلسطین انبیا کی سرزمین، بابرکت سرزمین اس کا دل فلسطین سے عقیدت اور محبت کی لہروں پر ڈولنے لگا تھا۔

”حلیمہ، طلحہ، زبیر۔۔۔“ اسے اور بچوں کو کسی نے آواز دی تھی۔ وہ کتاب وہیں صوفے پر چھوڑ کر باہر آ گئی۔

◆◆◆

وہ سب عبادت کی نیت سے میلوں چل کر اپنی نمازوں پر ڈھیروں اجر و ثواب پانے اور میراث انبیائے کرام علیہم السلام مسجدِ اقصی کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچے تھے۔

حسّام اپنی امی جان عہد تمیمی کا ہاتھ تھامے مسجدِ اقصی میں داخل ہونے لگا تھا کہ اسرائیلی پولیس ان کے اور مسجدِ اقصی کے درمیان آ گئی تھی۔ پچاس سال سے کم عمر نہ کوئی مرد نہ کوئی عورت حتی کہ کوئی بچہ بھی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

حسّام کی نگاہیں گیٹ کے پار صحن میں یہود کو دندناتا دیکھ رہی تھیں۔ مسجد کے مشرقی حصے سے کتنے ہی مسلمانوں کو پکڑ کر نظر بند کیا جا رہا تھا۔ عہد تمیمی کا دل آنے والے خطروں سے لرز رہا تھا، کیا مسجدِ اقصی میں بھی وہ سب دہرایا جائے گا جو الخلیل شہر میں مسجد ابراہیمی کے ساتھ ہوا۔ ہم نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں۔ عہد دو قدم آگے بڑھی۔

لیکن آج مسجدِ اقصی میں داخل نہ ہونے کے لیے پچاس سال سے کم عمر ہونا ایک کافی اور بڑا جرم تھا۔

وہ بے بسی سے ہونٹ بھینچے پیچھے ہٹ گئی۔ آج زندگی میں پہلی بار اسے لگا وہ مسجدِ اقصی کھو چکی ہے۔

فضاؤں میں گھورتی نگاہیں حضرت عمر فاروقؓ اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو کھوج رہی تھیں۔ شاہانِ عرب سے لے کر ایٹمی طاقت پاکستان تک کوئی ہے جو ہماری بے بسی پر لبیک کہے، ہماری جبینوں میں تڑپتے سجدوں کے لیے پنجۂ یہود میں جکڑے مسجدِ اقصی کے دروازوں کو نمازیوں کے لیے کھلوا دے؟ بے بسی اور غم کی کیفیت ایک آنسو پلکوں کے بند توڑ کر آزاد ہو گیا تھا۔

◆◆◆

کون بلا رہا ہے مجھے؟ طلحہ کو اور زبیر کو؟ حلیمہ چکرائی چکرائی صحن میں پھر رہی تھی۔ کہیں سے ردی اخبار کا ایک ٹکڑا اُڑتا اُڑتا صحن میں آ گرا تھا۔ اس نے غیر ارادی طور پر وہ اٹھا لیا تھا۔

مسجدِ اقصی کی مسلسل بے حرمتی، فلسطینی مسلمانوں کے خون سے رنگی ارضِ مقدّس۔۔۔ اخبار کا ایک بے کار چھوٹا سا ٹکڑا اقصی کے آنسوؤں سے تر تھا۔

"کیا ہم جسدِ واحد ہیں؟ اگر ہم اسی جسم کا حصہ ہیں تو کہیں سے ٹیس کیوں نہیں اٹھتی؟"

کچن سے لے کر فرج تک، وارڈروب سے لے کر ڈریسنگ ٹیبل تک اور واش روم سے لے کر بیڈ روم تک ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی پراڈکٹس سے گھر بھرا پڑا تھا جو اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اسرائیل کے تحفّظات کے لیے وقف کر دیتی ہیں۔

جنھوں نے محلے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی تھی، انھیں مسجدِ اقصی میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی پر بھلا کیا تردد ہو سکتا تھا؟

خواب میں دکھائی گئی آنکھوں پر بندھی پٹی کھلتی تو کلائیوں پر لگی گرہوں کو کھولنے کی باری آتی۔

حلیمہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

عہد تمیمی کے آنسو حلیمہ کے دل سے اٹھنے والی اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی صدا کی آبیاری کر رہے تھے۔

وہ بے قرار و بے چین کمرے میں چلی آئی۔

کتاب کے اوراق ہوا کے دوش پر پلٹ رہے تھے۔ شام، فلسطین اور بیت المقدس کی فضیلیت آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں۔

سر زمین فلسطین اور انبیاء، مسجدِ اقصی کے فضائل۔۔۔

◆◆◆

یہود۔۔۔ اقتدار مصر سے قیام اسرائیل تک۔۔۔ مظلوم اسلامیانِ فلسطین۔۔۔

روئے ارضی پر کلمۂ اسلام کا غلبہ۔۔۔ یہ سب اسے جاننا تھا، طلحہ اور زبیر کو سمجھانا تھا۔

وہ دور تو اب دور نہیں جب اس کرہ ارض پر ہر ہر گھر میں اسلام پوری شان و شوکت کے ساتھ داخل ہو کر رہے گا۔

سوچنے کی بات تو فقط اتنی ہے کہ جب عالمی منظر نامہ تبدیل ہو رہا ہو گا، جب مسلم اُمّہ ایک بار پھر ربّ کائنات کی اس زمین پر مسندِ خلافت سنبھالنے والی ہو گی۔ اس وقت ہماری نسلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فوج کا حصہ ہوں گی یا فتنہ دجال کا تر نوالہ؟؟؟؟؟

بقیہ

ایک معاشرتی ناسور

سے غائب ہونا یا اسکول سے چھٹی کرنا، گھر آ کر ہوم ورک نہ ملنے کا بہانہ بنانا۔ دوستوں کا آپس میں مخلص نہیں ہونا اور سفید جھوٹ بول کر اپنے خلوص اور محبت کا یقین دلانا دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے۔

اگر کوئی مصلحتاً جھوٹ بولتا ہے اور پکڑا نہیں جاتا، لیکن شرمندگی بھی محسوس کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی اس کے اندر انسانیت کی رَمق باقی ہے۔ وہ باکردار ہے، لوگوں سے مخلص ہے اور بد دیانت نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ آئندہ کبھی بھی مصلحتاً جھوٹ نہیں بولے گا کیوں کہ وہ اسے اچھی عادت نہیں سمجھتا۔

جھوٹ، غلط بیانی، دھوکہ دہی اور چور بازاری عام ہے۔

جھوٹ کیا ہے؟

لفظِ جھوٹ کو عربی زبان میں "کذب" کہتے ہیں۔ "دھوکہ" مطلب کسی مادی حقیقت کی جان بوجھ کر غلط بیانی کرنا ہے۔

اب اس کے متعلق سرورِ کونین خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: "حضرت صفوان بن سلیم بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" پھر سوال کیا گیا: کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "ہاں۔" پھر عرض کیا گیا: کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "نہیں (اہلِ ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔"

ایک حدیث میں یہ ہے کہ جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے، لہٰذا اللہ کے نبی ﷺ نے جھوٹ کو ایمان کا منافی عمل قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتے ہیں:

"اِذَا كَذَبَ العَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ" (سنن ترمذی)

سچائی اور اچھائی یہ ایک ایسی اقدار ہیں جن کی پیروی اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک ہم اپنے لیے ایک راہِ مستقیم منتخب نہ کر لیں، اگر ہم روحانی اقدار کو تسلیم کر لیں تو قناعت، طمانیتِ قلب اور سنجیدگی سے ہماری ذہنی و جسمانی صحت پر خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جھوٹ نہ بولنے کی اچھائی محبت کی روح ہے، ایسی محبت جو کسی کا برا نہیں سوچتی اور اپنے لیے کوئی اجر نہیں چاہتی۔ زندگی کی قدریں بنی نوع انسان کو صرف روحانی خرابیوں ہی کے لیے نہیں بلکہ نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں اور گناہوں کے لیے بھی شفا دیتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ہماری اندرونی شخصیت کسی وجہ سے مجروح ہو جاتی ہے اور ہم ڈٹ کر حقائق کا سامنا نہیں کر سکتے تو راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے جھوٹ کی پناہ چاہتے ہیں، مگر جھوٹ عریاں کرتا ہے، پناہ نہیں دیتا۔ جھوٹ کھل جائے تو بنے بنائے تعلقات، رشتے خراب ہو جاتے ہیں۔ جھوٹ، غلط بیانی یا دھوکہ دہی کرنے والوں سے لوگ نفرت اور بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ جھوٹ بولنے، دھوکا دینے یا غلط بیانی کی عادت پختہ بنانے سے پہلے سوچ لیں کہ مایوسی اور ذلت کو سہنا بہت دشوار ہوتا ہے، پھر آپ چاہ کر بھی بہترین کارکردگی نہیں دکھا سکتے۔

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

کمائی کا دس فیصد اللہ کی راہ میں دینے کی نیت کرنا

سوال: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے وعدہ کیا تھا کہ اپنی کمائی کا دس فیصد اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا میں ان پیسوں سے اپنی بہن کی مالی معاونت کر سکتا ہوں؟ (اگر وہ مالی طور پر کمزور ہے) اس پر ظاہر کیے بغیر کہ یہ میری طرف سے ہے، اس کو عمرے پر بھیج سکتا ہوں؟ یا پھر اس دس فیصد پر صرف ایسے لوگوں کا حق ہے جن کو میں نہیں جانتا۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں آپ مذکورہ رقم سے اپنی بہن کی معاونت بھی کر سکتے ہیں اور اسے عمرے پر بھی بھیج سکتے ہیں، الغرض مذکورہ رقم سے ہر ضرورت مند و محتاج کی مدد کر سکتے ہیں چاہے وہ جاننے والا ہو یا نہ جاننے والا ہو، تاہم رشتہ دار کی مدد کرنے میں دُہرا اجر ہے، نیز جس کی مدد کی جا رہی ہو اس پر ظاہر کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

عورت کا پردے میں رہ کر یوٹیوب پر قرآن پڑھانا

سوال: میرے شوہر کی تنخواہ الحمدللہ! اچھی ہے، لیکن کرائے کا مکان ہے، بچی کے خرچے ہیں، تو پوری نہیں پڑتی اور میری چھوٹی بچی ہے، میں باہر جا کر پڑھا نہیں سکتی اور شوہر کی اجازت بھی نہیں ہے، لیکن مہینے کے آخر میں دس، پندرہ ہزار کے قرض دار ہو جاتے ہیں۔ تو میں یوٹیوب کا چینل بنا کے (پردے میں) قرآن پڑھا لوں؟ میں نے تجوید کا کورس کیا ہوا ہے۔

جواب: واضح رہے کہ عورت کی آواز کا اگرچہ پردہ نہیں ہے، تاہم خلافِ احتیاط تو بہر حال ہے، اس میں فتنے کا بھی اندیشہ ہے، اسی وجہ سے عورتوں کو اذان کہنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے اور دیگر تسبیحات وغیرہ پست آواز سے کہنے کا حکم ہے۔ بوقتِ ضرورت نامحرم سے بات کرنے میں یہ حکم ہے کہ وہ نرم لہجے میں بات نہ کرے، بلکہ کڑک آواز میں اپنی ضرورت کی بات کرے، تاکہ جن مردوں کے دل میں مرض ہے وہ کسی بھی قسم کی طمع نہ رکھ سکیں اور فتنے کا سدِ باب ہو سکے۔

چونکہ یوٹیوب پر چینل بنانے کا مقصد آمدنی ہے تو اس میں شرعاً بہت سے مفاسد ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ: یوٹیوب پر چینل بنا کر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے کی صورت میں اگر اس چینل کے فالوَرز زیادہ ہوں تو یوٹیوب چینل ہولڈر کی اجازت سے اس میں اپنے مختلف کسٹمر کے اشتہار چلاتا ہے اور اس کی ایڈورٹائزمنٹ اور مارکیٹنگ کرنے پر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے والے کو بھی پیسے دیتا ہے۔

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چینل پر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے والا جان دار کی تصویر والی ویڈیو اَپ لوڈ کرے یا اس ویڈیو میں میوزک اور موسیقی ہو یا اشتہار غیر شرعی ہو یا اس کے لیے کوئی غیر شرعی معاہدہ کرنا پڑتا ہو تو اس کے ذریعے پیسے کمانا جائز نہیں ہے۔

اگر چینل بنانے والے کی اَپ لوڈ کردہ ویڈیو میں مذکورہ خرابیاں نہ بھی ہوں، تب بھی یوٹیوب کی طرف سے لگائے جانے والے اشتہار میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق یوٹیوب پر چینل بناتے وقت ہی معاہدہ کیا جاتا ہے کہ مخصوص مدت میں چینل کے سبسکرائبرز اور ویوَرز مخصوص تعداد تک پہنچیں گے تو یوٹیوب انتظامیہ اس چینل پر مختلف لوگوں کے اشتہارات چلانے کی مجاز ہو گی اور چینل بنانے والا اس معاہدے کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے، الا یہ کہ اشتہارات بند کرنے کے لیے وہ باقاعدہ فیس ادا کرے اور چینل کو کمرشل بنیاد پر استعمال نہ کرے اور ان اشتہارات کا انتخاب کسی بھی یوزر کی سرچنگ بیس یا لوکیشن یا مختلف لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔ چینل بناتے وقت چونکہ اس معاہدے پر رضامندی پائی جاتی ہے، لہٰذا یوٹیوب پر چینل بنانا ہی درست نہیں ہے اور چینل بناتے وقت یوٹیوب انتظامیہ کو جب ایڈ چلانے کی اجازت دی جائے تو اس کے بعد وہ مختلف ڈیوائسز کی سرچنگ بیس یا لوکیشن یا ملکوں کے حساب سے مختلف ایڈ چلاتے ہیں۔

مثلاً: اگر پاکستان میں اسی ویڈیو پر وہ کوئی اشتہار چلاتے ہیں، مغربی ممالک میں اس پر وہ کسی اور قسم کا اشتہار چلاتے ہیں، اور پاکستان میں ہی ایک شخص کی ڈیوائس پر الگ اشتہار چلتا ہے تو دوسرے شخص کی ڈیوائس پر دوسری نوعیت کا اشتہار چل سکتا ہے، جس میں بسا اوقات حرام اور ناجائز چیزوں کی تشہیر بھی کرتے ہیں۔

ان تمام مفاسد کے پیشِ نظر یوٹیوب پر ویڈیو اَپ لوڈ کر کے پیسے کمانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

بہتر یہ ہے کہ گھر میں رہ کر ہی بچیوں اور خواتین کو قرآن مجید سکھائیں! (ماخذ: دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن)

اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے اگر سب کچھ بنایا ہے تو خود اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا؟ اور اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟

جواب: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے ملحدین جس نظریہ (بگ بینگ) کے قائل ہیں، وہ اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے، تاہم اگر بالفرض اس کو درست بھی مان لیا جائے تو اس کے مطابق عرض ہے کہ بگ بینگ کے نظریہ سے پہلے خالق کی ضرورت کو یہ کہہ کر رد کیا جا سکتا تھا کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ابدی اور لافانی کائنات کے لیے کسی خالق کی ضرورت نہیں، لیکن (ملحدین کے گمان کے مطابق) بگ بینگ کے نظریہ کی تجزیاتی تصدیق کے بعد یہ بات واضح ہے کہ اس کائنات کو تخلیق کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ پھر اس کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق بھی ہو گا، چنانچہ اس کے لیے خالق کی ضرورت ہے۔

اب آتے ہیں اس سوال کی طرف کہ کائنات کا خالق کون ہے؟ اس سوال کے تین جواب ہو سکتے ہیں:

1. یہ کائنات خود ہی اپنی خالق ہے۔
2. اسے کسی ایسی ہستی نے تخلیق کیا جسے خود تخلیق کیا گیا ہے
3. اسے کسی ایسی ہستی نے تخلیق کیا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اسے اپنی ذات کے لیے کسی دوسرے وجود کی ضرورت نہیں۔

پہلے نکتے کے بارے میں تو شاید یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں کہ ایسا ممکن نہیں، کیونکہ کوئی چیز کسی چیز کو تب ہی پیدا کر سکتی ہے جب وہ پہلے خود موجود ہو، اس لیے کوئی چیز خود کو تخلیق نہیں کر سکتی۔ اب ہم فرض کر لیتے ہیں کہ دوسرا نکتہ ٹھیک ہے، کائنات کو کسی ایسی ہستی نے تخلیق کیا جو خود تخلیق کی گئی ہو، یہاں اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کو تخلیق کرنے والی ہستی کو کس نے تخلیق کیا؟ اس سے اگلا سوال یہ پیدا ہو گا کہ کائنات کو تخلیق کرنے والی ہستی کو جس نے تخلیق کیا، اس کو کس نے تخلیق کیا؟ اور یہ سلسلہ لامتناہی طور پر چلتا رہے گا۔

ایک مثال سے سمجھتے ہیں: آپ ایک فوجی ہیں اور گولی چلانے کے لیے آپ کو اپنے افسر سے اجازت لینے کی ضرورت ہے، آپ انہیں فون کر کے پوچھتے ہیں کہ کیا میں فلاں بندے پر گولی چلا سکتا ہوں؟ آپ کا افسر آپ سے کہتا ہے کہ انتظار کریں میں اپنے افسر سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ آپ کا افسر اپنے باس کو فون کر کے گولی چلانے کی اجازت مانگتا ہے۔ وہ اسے کہتا ہے کہ انتظار کریں میں اپنے باس سے پوچھ کر بتاؤں گا اور اس طرح اجازت لینے کا سلسلہ لامتناہی طور پر پھیل جاتا ہے۔ اس طرح لامتناہی افسران سے اجازت لینے کے لیے لامتناہی وقت درکار ہو گا تو کیا آپ گولی چلا پائیں گے؟ نہیں، آپ گولی چلانے کے لیے اجازت کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔ فرض کریں کہ آپ کو گولی چلانے کی اجازت مل جاتی ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہو گا کہ آپ کو کسی ایسے افسر نے اجازت دی ہے جسے خود کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی، یہ سلسلہ کسی نہ کسی جگہ ٹوٹے گا تو ہی اجازت ملے گی۔

اب اس مثال کو کائنات کی تخلیق پر فِٹ کریں تو کائنات تب ہی تخلیق ہو سکتی ہے جب اس کو تخلیق کرنے والا ہمیشہ سے موجود ہو اور ہمیشہ رہے، اس کا کوئی خالق نہ ہو اور اسے اپنا آپ قائم رکھنے کے لیے کسی دوسرے کی حاجت نہ ہو، یعنی صرف تیسرا نکتہ ہی عقلی طور پر ممکن ہے اس کے علاوہ کوئی آپشن عقلی طور پر ممکن نہیں۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اس کائنات کو کسی ایسی ہستی نے تخلیق کیا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اسے اپنی ذات کے لیے کسی دوسرے وجود کی ضرورت نہیں، اور وہی ہستی صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ندا اختر

ہمارے مذہب میں دھوکا اور غداری حلال نہیں

حجیر بن ابی اہاب کی باندی ماریہؓ وہی خاتون تھیں، جن کے گھر حضرت خبیبؓ کو اس انتظار میں قید رکھا گیا تھا کہ حرمت والے مہینے گزر جائیں تو انھیں قتل کیا جائے یہ واقعہ مکہ کا ہے۔

امام بخاریؒ کے بقول جن کے گھر میں حضرت خبیبؓ قید تھے، وہ عقبہ بن حارث کی بہن زینبؓ بنتِ حارث تھیں اور انھوں نے بھی حضرت خبیبؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اعزاز و اکرام کے حالات سنائے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ماریہؓ حضرت خبیبؓ کی قید کے دوران ان کے حالات بتاتے ہوئے فرماتی ہیں کہ قسم خدا کی! میں نے خبیبؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ میں نے دروازے کی جھری سے جو اندر جھانک کر دیکھا تو وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، مگر ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگوروں کا خوشہ تھا، جس میں سے وہ کھا رہے تھے جبکہ اس وقت پورے علاقے میں انگوروں کا کوئی وجود ہی نہیں تھا تو پھر یہ اللہ کے رزق کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ اور جب وہ تہجد میں قرآن پڑھا کرتے تھے تو عورتیں ان کی آواز سن کر روتی تھیں اور ان کے حال پر ترس کھاتی تھیں۔

جب میں نے خبیبؓ سے پوچھا کہ اے خبیبؓ! کیا آپ کو کوئی حاجت یا خواہش ہے تو انھوں نے فرمایا: نہیں، علاوہ اس کے کہ تم نہ مجھے میٹھا پانی پلانا اور غیر اللہ کے نام پر ذبح ہونے والی کوئی چیز مجھے مت کھلانا اور جب وہ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے خبر ضرور کر دینا۔ چناں چہ جب حرمت والے مہینے ختم ہو گئے اور لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو میں نے آ کر انھیں اطلاع کر دی، مگر قسم خدا کی! انھوں نے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی اور مجھ سے کہا کہ "مجھے لوہے کا ٹکڑا بھجوا دو تاکہ میں اپنا حلیہ درست کر لوں۔

فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے ابی الحسین کے ہاتھ انھیں ایک اُسترا بھجوا دیا۔

مگر جب وہ اُسترا لے کر وہاں سے چلا گیا تو بے اختیار میں نے کہا: قسم خدا کی! آدمی نے اپنا بدلہ لے لیا۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ میں نے اپنے بچے کو استرے کے ساتھ بھیج دیا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں اور یہ کہیں کہ آدمی کا بدلہ آدمی!! چناں چہ جب میرا بیٹا استرا لے کر ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس کے ہاتھ سے اُسترا لیتے ہوئے از راہِ مذاق کہا: ارے! تم تو بہت بہادر ہو۔ کیا تمہاری ماں کو تمہیں میرے پاس اس اُسترے کے ساتھ بھیجتے ہوئے یہ اندیشہ نہیں ہوا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، کیوں کہ تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

ماریہؓ فرماتی ہیں، یہ ساری باتیں سن رہی تھی تو میں نے ان سے کہا: اے خبیبؓ! میں نے آپ کی امانت اور دیانت داری پر اعتبار کر کے یہ بھجوایا تھا۔ اپنے بیٹے کو مارنے کے لیے نہیں! تو خبیبؓ نے کہا: میں اسے قتل کرنے کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتا کہ ہمارے مذہب میں دھوکا اور غداری حلال نہیں۔

فرماتی ہیں کہ پھر میں نے انھیں بتا دیا کہ دوپہر کو وہ انھیں قتل کرنے کے لیے لے جانے والے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ زنجیروں میں جکڑے خبیبؓ کو لے کر وہ لوگ تنعیم پہنچے۔ ان کے ساتھ ساتھ عورتیں بچے غلام اور مکہ والے سب نکل پڑے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

جب وہ لوگ انھیں لے کر تنعیم پہنچ گئے، اس وقت جبکہ زید بن الدثنہ ان کے ساتھ تھا تو ایک لمبے تختے کا حکم دیا گیا اور اس کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا، پھر جب خبیبؓ کو اس تختے تک پہنچا دیا گیا تو انھوں نے فرمایا: تم لوگ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو گے؟ تو کہا گیا اجازت ہے۔ انھوں نے بڑی مختصر دو رکعات پڑھیں اور فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ میں قتل سے ڈر گیا تو میں اپنی نماز دیر سے ختم کرتا۔ اور پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا: یا اللہ! ان سب کو ہلاک فرما اور الگ الگ ہلاک فرما اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑنا اور پھر فرمایا:

پرواہ نہیں مجھے گر مر مٹا اسلام پہ
کہ راہ خدا میں کس پہلو گرایا جاؤں گا
ہے سب کچھ اسی کے لیے وہ چاہے اگر
کر دے مبارک تار تار جسم کے بکھرے ٹکڑوں

پھر ابو سروعہ عقبہ بن حارث اٹھا اور انھیں شہید کر دیا۔

آملہ

حکیم شمیم احمد

آملہ کا تعارف

آملہ کو عربی میں آملج اور انگریزی میں Emblic Myrobalan) (Goose Bern کہتے ہیں۔ مزاج سرد و خشک ہے۔ ترپھلا کے اجزا تین پھلوں یعنی آملہ، بہیڑہ اور ہرڑ پر مشتمل ہیں۔ ان تینوں اجزا میں کیمیائی اجزا ایک جیسے پائے جاتے ہیں۔ ترپھلا ایک ایسا مرکب بن جاتا ہے جو انسانی جسم کے تمام امراض کا احاطہ کرتا ہے۔ دماغ سے پاؤں تک کے تمام امراض میں مفید گردانا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو ترپھلا استعمال کر کے بہت سے امراض سے بچا جا سکتا ہے۔

مشہور مثل

مثل مشہور ہے کہ ”آملے کا کھایا اور بزرگوں کا کہا بعد میں پتا چلتا ہے۔“ یعنی ان دونوں میں جو فوائد پوشیدہ ہیں، وہ آگے چل کر سامنے آتے ہیں۔ آملے میں قوت و توانائی کا خزانہ بند ہے، جو لوگ آملے کا خوردنی استعمال کرتے ہیں، وہ صحت کے ساتھ لمبی عمر پاتے ہیں۔ آملے کا پھل گول شکل کا ہوتا ہے جبکہ گودا سخت اور موٹا ہوتا ہے۔

آملہ کے درخت

ویدک سسٹم آملہ کے درخت کی تمام چیزیں استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ آملہ ہندوستان اور پاکستان میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔ اس میں سیب کی نسبت تین گنا پروٹین 160 گنا وٹامن سی پایا جاتا ہے۔ آملے کا پھل تازہ اور خشک دونوں حالتوں میں استعمال میں لایا جاتا ہے۔ آملے کا مربہ اور اچار دونوں ہی مستعمل ہیں۔ اس کے پھول نر اور مادہ دونوں اقسام کے ہوتے ہیں۔ آملے کے پتے Mouth) (Wash اور آنکھوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ آملے کا تیل سر کی خشکی کے علاوہ جلدی امراض میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

آملہ کی قدر و قیمت

تحقیق کے مطابق اس میں موجود وٹامن سی کی مقدار دنیا کے سبھی پھلوں سے زیادہ ہے۔ یہ وٹامن بہت جلد انسانی بدن میں جذب ہو کر صحت اور قوّتِ مدافعت بڑھانے اور درازیٔ عمر میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ آملے کی زبردست قدر و قیمت اس کے بڑے جزو حیاتین 'ج' کی 'و' سے ہے۔ مزید برآں اس میں کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور وٹامن بی بھی ملتے ہیں۔ آملہ استعمال کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسے نمک کے ساتھ کچا کھایا جائے، یوں اس میں موجود حیاتین ج (سی) اور فولاد کم سے کم ضائع ہوتا ہے۔ آملے کا پھل بطورِ سبزی بھی استعمال ہوتے ہیں، یہ عموماً دوا کے کام زیادہ آتے ہیں۔

آملہ کے طبّی استعمال

* پھیپھڑوں کے امراض آملے کے استعمال سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔
* امراضِ قلب، زور زور سے دل دھڑکنے کی حالت اور کمزور دل افراد کے لیے آملے کا مربہ مفید ہے۔
* زیادہ پیاس لگنے یا قے آنے کی صورت میں آملہ چوستے رہیے۔
* آملے کا سفوف منجن کے طور پر انگلی سے دانتوں پر ملیے، مسوڑھوں سے خون آنا بند، دانتوں کا میل صاف اور ہلتے دانتوں کو آرام ملے گا۔
* آملے کا باریک سفوف اگر چوٹ کے مقام پر چھڑک کر باندھ دیا جائے تو خون بہنا بند ہو جائے گا اور زخم بھی جلد ٹھیک ہو جائے گا۔
* تازے آملے کا رس ایک چمچ اور شہد ایک چمچ ملا کر جو آمیزہ بنے وہ انتہائی عمدہ اور قیمتی دوا ہے۔ یہ متعدد بیماریوں کا شافی علاج ہونے کے ساتھ ساتھ صحت بخش بھی ہے۔
* ایک ہفتے تک روزانہ صبح سویرے اس آمیزے کا استعمال جسم کو قوت و توانائی سے بھر دیتا ہے۔ شدید کمزوری کی صورت میں اسے کم از کم دو ہفتے استعمال کیجیے، اگر تازہ پھل دستیاب نہ ہو تو خشک سفوف کو بھی شہد میں ملا کر معجون بنا لیجیے، یہ آمیزہ سانس کی بیماری میں بہت مفید ہے، خاص طور پر پھیپھڑوں کی تپ دق، دمہ اور کھانسی میں مؤثر ہے۔

آملہ قوّت و توانائی کا خزانہ

آملے میں نئی قوّت اور توانائی مہیا کرنے کی تاثیر پائی جاتی ہے۔ اس میں ایک ایسا عنصر پایا جاتا ہے جو نہ صرف بڑھاپے کے آثار ختم کرتا ہے بلکہ طاقت بھی برقرار رکھتا ہے۔ یہ انسان کی جسمانی قوّتِ مدافعت بڑھاتا اور اسے بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ دل کو قوّت دیتا، بالوں کو مضبوط بناتا اور جسم کے مختلف غدودوں کو فعال کرتا ہے۔

آملہ اسہال اور شدّتِ پیاس میں مفید ہے

خشک آملوں کو تھوڑے سے پانی میں بھگونے کے بعد نرم پڑنے پر پیس لیں اور قدرے نمک اضافہ کر کے چنے کے برابر گولیاں بنا لیں۔ دو عدد صبح اور دو عدد شام پانی سے کھلائیں، اسہال کے لیے مفید ہیں یا آملے کا خیساندہ پلائیں۔ یہ خیساندہ شدّتِ پیاس میں بھی مفید ہے۔

آملہ کا تخم و سفوف

آملہ تخم جامن اور کریلوں کا ہموزن سفوف ذیابیطس کی عمدہ دوا ہے۔ اس سفوف کی ایک چھوٹی چمچی دن میں دو بار لینا مرض بڑھنے سے روکتا ہے۔ دس گرام آملہ پانی میں کوٹ کر چھان لیں۔ بعد ازاں اس میں مصری یا شکر ملا کر پینے سے نکسیر کا خون بند ہو جاتا ہے۔ اسی طریقے سے بواسیر کے خون کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔ جوڑوں کے درد اور سوزش میں بھی آملہ مفید ہے۔ خشک آملے کا سفوف ایک چمچ شکر دو چمچ ملا کر ایک ماہ تک دن میں دو مرتبہ لینا اس مرض کا شافی علاج ہے۔

آملہ اور بالوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے

بالوں اور آملے کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بالوں کو چمک دار بنانے کے لیے دیسی نسخوں اور ٹوٹکوں میں آملے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تازہ آملہ ٹکڑوں میں کاٹ کر سائے میں خشک کر لیں، پھر انھیں ناریل کے تیل میں اتنا پکائیں کہ تیل کی شکل جلے ہوئے برادے جیسی ہو جائے۔ یہ سیاہی مائل تیل بالوں کو سفید ہونے سے بچانے کے لیے عمدہ دوا ہے۔ تازہ یا خشک آملے کے ٹکڑے رات کو پانی میں بھگو دیں۔ اگلے دن اس پانی سے سر کے بال دھوئیں، یہ ان کی نشو و نما کے لیے اچھی غذا ہے۔ یاد رہے کہ صرف اسی پانی سے بال دھوئیں کسی قسم کا شیمپو استعمال نہ کریں۔ آملے کا سفوف پانی میں ملا کر گاڑھا سا لیپ بنا لیجیے، پھر اسے بالوں کی جڑوں میں لگا کر کچھ دیر بعد سر دھو لیں۔ سفوف اور پانی کا مرکب اتنا گاڑھا ہونا چاہیے کہ تمام بالوں کی جڑوں میں لیپ ہو سکے۔

آملہ سے ہوا جگر مضبوط

آملے کا سفوف پانچ گرام ہم راہ ایک گلاس چھاچھ صبح نہار منہ استعمال کرنے سے ضعفِ جگر کو فائدہ دیتا ہے۔

آملہ ضعفِ بصر اور ضعفِ دماغ میں یکساں مفید

ضعفِ بصر میں تازہ آملوں کو کچل کر اس کا رس نچوڑیں اور سلائی کے ذریعے آنکھوں میں لگائیں۔ ضعفِ دماغ اور ضعفِ رحم میں مربہ آملہ مفید ہے۔ اس کا تیل بنا کر سر میں لگانا دماغ کو قوی کرتا ہے۔

آملہ سے متفرق امراض میں افاقہ

آملہ مرضِ یرقان میں مفید: آملے کے پنج انگ (یعنی پھل، پھول، شاخیں، پتے اور جڑ) کا سفوف ایک چمچ کو ایک گلاس پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کر لیں اور چینی ملائے بغیر نہار منہ ایک ہفتہ مریض کو پلائیں یہ مرض یرقان کے لیے مفید ہے۔

آملہ کا سفوف: سفوف آملہ ایک چمچ کا جوشاندہ صبح و شام مصری ملا کر خالی پیٹ استعمال کروانا پیشاب میں ہر قسم کی رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔

لیکوریا کا مرض: خواتین میں لیکوریا اور سیلان کے مرض کے لیے آملے کا سفوف پانچ گرام صبح نہار منہ ایک کپ پانی کے ہم راہ استعمال کروانا مفید ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر خالد محمود کی تحقیق کے مطابق آملہ مندرجہ ذیل امراض میں مفید ثابت ہوا ہے۔

دافع وائرس، دافع سوزش، دافع سرطان، عمر کے ساتھ پیدا ہونے والے گردوں کے امراض ذیابیطس، دافع کولیسٹرول، ٹرائی گلیسرائڈ (جگر کا ایک انزائم ہے جو کسی وقت کولیسٹرول میں تبدیل ہو سکتا ہے اور یہ ان لوگوں کے جسم میں بڑھتا ہے جو چینی سے تیار کی گئیں چیزوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں) خون کی کمی، یرقان، بدہضمی، سیلان خون کی بیماریاں، بڑی آنت کی سوزش، معدے کی اندرونی جھلی کی سوزش، سوزش جگر، مقعد کے مسّے، ہڈیوں کا بھربھرا ہونا، چکر آنا، خون، ہڈیوں، خلیوں اور رباط کی ازسر نو تعمیر کرنا، پھیپھڑوں کی سوزش، بالوں کی افزائش کو بڑھانا اور بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔

بلاعنوان

صبامسعود

اس مضمون کا بہترین عنوان رکھنے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 دسمبر ہے۔

بال پِن کو بالوں کی لَٹوں میں الجھاتی نکالتی عنبر کو یہ محسوس بھی نہ ہوا کہ زہرہ اس کو تک رہی ہے، چونکی وہ جب، جب اس کو بہن نے مخاطب کیا۔

"کیا ہوا اپیا۔۔۔ کوئی ٹینشن ہے؟"

"ہں ں ں ہاں، ٹینشن تو ہے یار! اپنی یونیورسٹی کی سہیلیوں سے میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وِیک اینڈ وہ میرے گھر مدعو ہیں، لیکن۔۔۔ آفس اِز آفس اینڈ باس اِز باس!! ہماری پرنسپل نے بھی اچانک سے اس ویک اینڈ پر میٹنگ ارینج کر لی ہے اور کوئی بھی غائب نہیں ہو سکتا۔ اب بتاؤ نا! امی بھی تو اتنا کام نہیں کر پائیں گی اور تم بھی تو کالج جاؤ گی، پھر رہ گئی میں۔۔۔" عنبر نے زہرہ کو کشمکش سے آگاہ کیا۔

"بس، اتنی سی بات کو سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھیں آپ! تو خوش ہو جائیں، میں چھٹی کر لوں گی ایک دن، سب مینیج ہو جائے گا۔" زہرہ کی غیر متوقع پیشکش عنبر کے لیے نعمت غیر مترقبہ تھی، خوش ہو کر جھٹ سے بہن کے رخسار چوم لیے۔

"شکریہ، گڈ سپورٹ۔" اب رہ گیا مینیو مقرر کرنا۔ عنبر کی سہیلیوں کی پسند کو مدّ نظر رکھتے ہوئے سنگاپورین رائس، فرائڈ فش، چکن مکھنی اور حلیم کے ساتھ میٹھے میں چاکلیٹ فج کیک اور ٹرائفل طے پایا۔ انگلیوں پر گن کر زہرہ نے حساب لگایا کہ ہفتے کے اخیر میں ابھی تین دن تھے۔ بہت سی چیزیں ایسی بھی تھیں جو گھر میں موجود نہیں تھیں، کالج سے آتے ہی اماں کے ساتھ لینے بازار چلی گئی۔ وقت کی کمی اور مددگار نہ ہونے کی وجہ سے اگلے دن مزید کچھ کام کر لیا۔ چکن بیف اور مچھلی دھونے کے بعد مچھلی میں مسالے لگا کر میرینیڈ کرنے کو رکھ دیا۔ سنگاپورین کی سبزیاں کاٹ کر چکن کو بھی کیوبز میں کاٹ لیا۔ گارنشنگ کے ساسز تیار کر کے بوتل میں بھر لیے۔ حلیم کے لیے قورمہ تیار کر لیا، ٹرائفل اگلے دن کے لیے چھوڑ کر کیک کے خشک اجزا ناپ کر نکال لیے۔ پڑھائی کے ساتھ کالج جانے کے علاوہ ان تمام کاموں سے وہ تھکن کا شکار ہو رہی تھی، مگر شاباشی کی اُمید نے ایک جوت جگائی ہوئی تھی۔ اگلے روز مزید کام اس کے منتظر تھے، مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس دن اس کا پریکٹیکل تھا اور یہی وجہ تھی کہ پریکٹکل سے واپسی اس کے سوچے ہوئے وقت کے مقابلے میں تاخیر سے ہوئی۔ واپسی پر والدہ کی طبیعت ناساز پا کر پہلی ترجیح ان کی خدمت تھی۔ ادھر آدھا کام وہ کر چکی تھی اور امید کر رہی تھی کہ بقیہ میں عنبر اس کا ہاتھ بٹائے، مگر یوں معلوم ہو رہا تھا گویا عنبر کو اس بات کا احساس بھی نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ کتنی مشقت میں آچکی ہے، جیسے تیسے کر کے اس نے حلیم کا اناج ابال کر قورمے میں ڈال کر یک جان کیا اور ٹرائفل وہ رات کو بنانے کا سوچ کر اپنی تختہ ہوتی کمر لیے آرام کرنے بستر پر گر گئی۔ امی کا فلو رات بھر میں بخار میں تبدیل ہو گیا۔ ان کے لیے پرہیزی کھانا، وقت پر دوا، دودھ کے علاوہ دعوت کا فائنل مینیو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس نے دل پر پتھر رکھ کر چھٹی کر لی، کیوں کہ اس روز کالج میں ادبی نشست تھی۔ اردو لیکچرر سے بے حد لگاؤ کی وجہ سے اس کے چھوٹ جانے کا غم تھا، مگر ساتھ ہی خوشی بھی کہ وہ بہن کے کام آنے کے ساتھ ساتھ ماں کی خدمت کر رہی ہے، جس پر والدہ بار بار ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے دعا بھی کر رہی تھیں، جس پر اس کی تھکن گویا رفو ہو جاتی اور دل خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔

گھڑی کی ٹِک ٹِک کے ساتھ اس مشینی بھاگ دوڑ نے اس کی محنت کو رنگ دیا جب کہ تیاری آخری مراحل میں تھی۔

عنبر کی دوست ثوبیہ بھی آگئی، بے تکلف سہیلی تھی، اس لیے آخری مراحل میں موجود ڈشوں کی تیاری میں اپنی مدد پیش کر دی۔ کیک کی ڈریسنگ رشین سلاد کی مکسنگ، حلیم کی گارنشنگ کے علاوہ کھانا لگانے میں بھی وہ پیش پیش تھی۔ عنبر کی سہیلیوں کی پُر مزاح محفل میں بار بار پھلجھڑیاں چھوٹیں اور کسی نہ کسی بات پر سب کھلکھلاتیں۔ زہرہ کھانا لگانے، اٹھانے اور سمیٹنے میں مصروف رہی۔ اپنے تئیں اس نے پوری کوشش کی کہ بہن کو مکمل طور پر خوش کر دے، مہمانوں کی پذیرائی ہر اعتبار سے ایسی ہو کہ وہ دل سے خوش ہوں، مگر دل اس وقت ٹوٹا جب عنبر بار بار ثوبیہ کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر اس کا شکریہ ادا کرتی رہی۔ اپنی سہیلیوں کے سامنے یہ کہتے ہوئے کہ (اس نے ایک بار بھی زہرہ کی برستی بے تاب آنکھوں کو نہ دیکھا۔۔۔) "اگر ثوبیہ مدد نہ کرتی تو یہ تقریب ہو ہی نہ پاتی۔" زہرہ تنگ دل یا بے وقوف نہیں تھی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ ثوبیہ صرف سہیلی تھی، اس کا شکریہ ادا کرنا تو لازم تھا، مگر دل اس بات پر بھر آرہا تھا کہ اپیا نے ایک دفعہ بھی اس کو شاباش نہ دی، ایک جملہ تحسین کا یا ایک دعا جو اس کی تمام تھکن اتار دیتی۔ اُلٹا اس کو اس بات پر ڈانٹ دیا کہ تم نے کھانے کے بعد چائے کا کیوں نہیں پوچھا، جب کہ وہ اس سوچ میں تھی کہ کھانے کے ساتھ کولڈ ڈرنک پینے کے بعد ہو سکتا ہے کہ فوراً چائے کی طلب نہ ہو۔ وضاحت کے لیے کھولتے لب اس سوچ پر غصے سے بھینچ لیے کہ جب سامنے والے کو احساس ہی نہیں تو وہ کیوں اپنے الفاظ ضایع کرے۔ والدہ نے بھی اس کی اتری صورت محسوس کر لی۔ چھوٹی بہن ہونے کے ناطے اس نے خود کو بدتمیزی سے تو روک لیا تھا، مگر نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے اپنے وجود پر خاموشی کی چادر تان لی تھی۔ پورے چوبیس گھنٹے سرد خاموشی میں گزارنے کے بعد عنبر نے اپنے روّیے کی بدصورتی کو محسوس کرنے کے بعد اس کو گلے لگا کر اسے منا لیا۔ خون کی مقناطیسی کشش نے دل کے آئینے پر جمی دھول کو ایک پھونک سے اُڑا دیا۔

صبا رفتار دنوں نے سوچنے کی مہلت نہ دی اور صبح و شام پھُر پھُر کر کے اڑاتے گئے اور پھر ایک شام عنبر کی ہونے والی ساس اس کی رخصتی کی تاریخ لینے آگئیں اور اسی دن کالج میں زہرہ کا بھی سیمسٹر مکمل ہوا تھا، بس انہی چھٹیوں کو غنیمت جان کر امی نے تاریخ مقرر کر دی۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ دن رات، صبح و شام وہ سب بازاروں کے چکر میں مصروف ہو گئیں اور بالآخر وہ خوب صورت شام بھی آن پہنچی، جب عنبر دلہن بنی یہاں سے رخصت ہوئی۔ دل بیک وقت متضاد کیفیتیوں سے گزر رہا تھا۔ ہر چیز مناسب طریقے سے تکمیل تک پہنچنے کی خوشی، مگر ساتھ ہی جدائی کا غم بھی تھا۔

عنبر کا دل نئے گھر میں ایڈجسٹ ہونے کے حوالے سے آنے والی مشکلات کا سوچ کر اس کو خدشوں میں ڈال رہا تھا۔ تفکرات کی پگڈنڈی پر اندیشوں کا ہاتھ تھامے وہ اپنے نئے سفر کے لیے روانہ ہو گئی۔ چند دن نو بیاہتا کے چاؤ اٹھانے کے بعد ساس نے بالآخر چولہا چوکی اس کے حوالے کر دیا۔ سب کی پسند ابھی چوں کہ معلوم نہیں تھی، باوجود اس کے کہ وہ پہلے سے مہارت سے سب کچھ پکاتی تھی، ان کے معیار پر پوری نہ اتر پائی۔ سب کے روّیے، انجان طور طریقے، شوہر کا مزاج سب کچھ مل ملا کر اس کی ذہنی تھکن میں رات تک اضافہ کر کے نڈھال کر دیتا اور جب

بقیہ صفحہ 23 پر

مفلس کی قبا

پہلی قسط

ام انیسہ

تتلیاں آج بھی اس کے گھر کے صحن میں بنی چھوٹی سی کیاری میں منڈلاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ کمرے کی چوکھٹ پر سر کو ٹکائے پھولوں اور تتلیوں کو بغور دیکھنے میں مگن تھی۔ اس کے لیے زندگی اب پھولوں کی کھلتی ہوئی رنگت کی مانند رہی تھی، نہ ہی ان پھولوں میں موجود بھینی بھینی خوش بو کا احساس اس کے لیے کوئی معنی رکھتا تھا۔

بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر!!!
وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گزرے

گھر تو اب بھی وہی تھا، ہاں!! مگر مکین وہ نہیں رہے تھے، نہ وہ اب پہلے جیسی رہی تھی۔ سب کچھ تو بدل گیا تھا۔ وقت کا پہیہ گو اپنی مقررہ رفتار کے مطابق رواں دواں تھا، مگر اسے لگتا تھا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وقت کا پہیہ الٹا گھومنے لگے اور وہ ایک بار پھر ہنستی مسکراتی اپنی اماں کے صحن میں چہچہاتی پھرے۔ پر ایسا کیسے ممکن تھا، وقت کا تو کام ہی گزرتے رہنا ہے، کسی کو حسین یادیں دے کر تو کسی کے دامن میں تلخ یادوں کے کانٹے بکھیر کر۔

پھول تو جیسے اس کی کم زوری تھے، گھر میں دسیوں گملے مختلف اقسام کے پھولوں کے سجا رکھے تھے، جب بھی کوئی نیا پھول کھلتا تو گویا اس کے دل کی کلی کھل جاتی۔ گھر کے ہر فرد کو صحن میں بلا بلا کر پھول دکھایا جاتا۔ بچپن میں زندگی بھی اس کے لیے پھولوں کے رنگوں کی مانند ہی تھی۔

اسے اچھی طرح یاد ہے وہ بچپن میں کچھ سوالات اماں سے اکثر کیا کرتی تھی۔

”اماں! یہ تتلیاں پھولوں کے گرد کیوں منڈلاتی ہیں؟“

اماں اس کی گہری سیاہ آنکھوں کو پیار سے دیکھتیں، جو بغور پھولوں کا مشاہدہ کر رہی ہوتیں۔

”وہ اس لیے میری جان کہ تتلیاں پھولوں کی قدر جانتی ہیں کیوں کہ انھیں اس میں موجود خوش بو اور رس کی چاشنی کا پتا ہوتا ہے۔“ اماں حریم کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہتیں۔

”اماں! وہ جو سرمئی رنگ کا پھول ہے، وہ دیکھنے میں بالکل پیارا نہیں ہے، مگر تتلیاں تو ان پھولوں پر بھی بیٹھتی ہیں۔ ایسا کیوں؟؟“ چھوٹی سی حریم اپنی دانست میں بڑے مدبّرانہ سوال کرتی۔

”بیٹی وہ اس لیے کیوں کہ انھیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ یہ پھول کس رنگ یا کیسی ساخت کا ہے۔ انھیں تو اس کی نہ نظر آنے والی خوش بو کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔“

ایسے ہی اکثر اماں اسے خوب صورتی کے بجائے خوب سیرتی کی اہمیت بتاتی رہتیں۔ اماں کے اس نہج پر تربیت کرنے کی وجہ اسے تب سمجھ آنے لگی جب وہ آٹھ نو سال کی عمر کو پہنچی۔ چھوٹی سی حریم آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے گہرے سانولے رنگ اور اپنی ہم جماعت بچیوں کے کھلتے ہوئے صاف رنگوں کا موازنہ کرتی، مگر اماں نے اس کا ذہن کچھ ایسا بنا دیا تھا کہ یہ بات اس کے دماغ میں سوار ہو سکی، نہ ہی کبھی اس کے دبتے رنگ نے اسے احساس کم تری میں مبتلا کیا۔ اس کے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح راسخ تھی کہ اصل خوب صورتی مَن کی خوب صورتی میں پوشیدہ ہے۔ حُسن کی چکاچوند آنکھوں کو وقتی طور پر خیرہ تو کرتی ہے، مگر صورت بنا سیرت دل میں نہیں اترتی۔

آہ۔۔۔!!! مگر اس کی یہ سوچ اس روز غلط ثابت ہوئی جب اس کی تائی نے اپنے بیٹے کے ساتھ حریم کی بچپن کی منگنی یہ کہہ کر توڑ دی کہ ان کی خواہش ہے کہ کسی خوب صورت سی لڑکی کو اپنی بہو بنائیں۔ اب بھلا حریم جیسی دبتے ہوئے رنگ والی لڑکی ان کے گورے چٹے بیٹے کے ساتھ کیوں کر جچتی۔ تائی اپنی عدّت ختم ہونے کے بعد پہلی بار ان کے گھر آئیں اور یہ خبر سنا گئیں۔ اماں نے تو پہلے پہل اس سے یہ بات چھپائی پر کمرے میں جاتے ہوئے تائی کے کہے گئے جملے اس کے قدم نہ صرف روک چکے تھے بلکہ اسے پلٹنے پر بھی مجبور کر چکے تھے۔

مگر اسے تو اب بھی اپنی اماں کی باتوں پر بہت بھروسا تھا۔ ”تائی نے اس میں موجود اچھائیوں اور صلاحیتوں کی قدر نہ کی تو کیا ہوا، ہر ایک تو ایسا نہیں ہوتا نا!“ وہ دل ہی دل میں سوچتی۔

تائی کے انکار کرنے کے بعد کئی روز تک اماں اس سے نظریں نہ ملا پاتیں، وجہ اسے معلوم ہی تھی۔ خاندان بھر میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ اماں ابا بھی چپ چپ افسردہ سے رہتے۔ ابّا کو تو رشتہ ختم ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی صدمہ تھا کہ ان کے مرحوم بھائی کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اب والدین کو حریم کی شادی کی طرف سے ایک نئی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ وقت تیزی سے گزرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی منگنی کو ٹوٹے پانچ سال بیت گئے۔ عمرِ رواں کا پچیسواں سال ختم ہونے کو تھا، مگر اب تک کہیں رشتے کی بات نہ بن سکی۔

دو چار رشتے، رشتے والیوں کے ذریعے اُسے دیکھنے آئے بھی، مگر ایک بار جو دیکھ کر جاتے پھر پلٹ کر نہ آتے۔ حریم کا سگھڑاپا خاندان بھر میں مشہور تھا۔ خاندان کی عورتیں اس کے کھانے کے ذائقوں، سلائی کڑھائی کی نفاست اور گھریلو کام کاج میں اس کے سلیقے کے گُن تو گاتیں، مگر کوئی ایک بھی اُسے اپنی بہو بنانے کی آرزو نہ کرتی۔

سردیوں کی اُداس شاموں میں سے ایک شام تھی، جب اس کے ابّا چپ چاپ ان سب کو چھوڑ کر ابدی جہاں چلے گئے۔ ابّا کے چلے جانے کے بعد امّاں بھی بیمار رہنے لگی تھیں۔ گھر کے سربراہ کے چلے جانے کا غم اور جوان بیٹی کی شادی کی فکر نے امّاں کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

اُدھر بڑے بھائی کے سسرال والے بھی شادی پر زور دینے لگے، مگر امّاں بضد تھیں کہ پہلے حریم کی شادی ہو گی، پھر بھائیوں کی ہو گی۔ جب بھائی جان کے سسرال والوں نے جلد شادی نہ کرنے پر رشتہ ختم کرنے کی دھمکی دی تو بھائی نے بھی اپنی شادی ہونے کی ضد شروع کر دی۔ آئے روز امّاں اور بھائی کی نوک جھوک ہونے لگی۔

”امّاں! فرحان بھائی کی بات کیوں نہیں مان لیتیں؟“ حریم کو آخر بولنا ہی پڑا۔

”ایسے کیسے مان لوں اس کی بات۔ ارے اس کی غیرت کہاں گئی؟ جوان بہن کو گھر میں بٹھا کر اپنی شادی رچانے چلا ہے۔“ امّاں تو غصے میں بھری بیٹھی تھیں۔

”مگر امّاں آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ بھائی بھی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس کی چھ سالہ منگنی ٹوٹ رہی ہے۔ اس کی بھی تو مجبوری ہے۔“ حریم نے کہا۔

”تم کیوں حمایت کر رہی ہو اس کی؟ کوئی بھائی بھی بھلا اس طرح کر سکتا ہے کیا؟ ارے بھائی تو بہنوں کے لیے جان بھی دے دیتے ہیں، یہ تو بس ایک منگنی ہی ہے۔“ امّاں خفا ہوتے ہوئے بولیں۔

”امّاں!! بہنیں بھی کیا نہیں کرتیں بھائیوں کی خاطر اور مجھے کون سا قربانی دینی ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آنے والی کے نصیب سے میرے لیے کوئی اچھا اور مناسب رشتہ آ جائے۔“ حریم اماں کو مناتے ہوئے بولی۔

آخر کار کافی تگ و دو کے بعد امّاں مان ہی گئیں۔ ٹھیک ایک ماہ بعد رومانہ، فرحان کی دلہن بن کر اس گھر میں آ گئی۔

پہلے پہل تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک چلتا رہا، مگر وقت کے ساتھ ساتھ دلوں میں تنگیاں بڑھنے لگیں۔ رومانہ سے کسی بھی معاملے میں اماں کی مداخلت نہ برداشت ہوتی تو اماں کو بھی فرحان کا رومانہ کی ناز برداریاں کرنا کھلتا۔ وقت گزرتا رہا اور انھیں حالات میں رومانہ ایک بیٹی کی ماں بن گئی۔ اماں کو حریم کی شادی کی فکر اندر ہی اندر کھانے لگی۔ وہ دن بدن کم زور دکھائی دینے لگیں۔ حریم کے ساتھ کی خاندان بھر کی دوسری لڑکیاں دو دو بچوں کی ماں بن گئی تھیں۔ عمر کا تیسواں سال ختم ہونے کو تھا، اب وہ خود بھی فکر مند تھی۔ زندگی خدشات کے پھن پھیلائے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ حقائق اس سے اب پوشیدہ نہ تھے۔ لوگوں کی اکثریت اُجلے چہروں کی گرویدہ تھی۔ معاشرے میں خوب سیرتی و سگھڑاپے کو ثانوی حیثیت حاصل ہے، یہ بات اس پر اب آشکار ہوئی تھی۔

اب تو رشتے آنا بھی بند ہو گئے تھے۔ دو چار مہینوں میں ایک آدھ رشتہ آ جاتا اور چائے کے ساتھ پیش کیے گئے لوازمات کی تعریفیں کرتا چلا جاتا اور پھر خاموشی۔۔۔ حریم کو نا اُمیدی نے آ گھیرا۔ اسے اماں کی گرتی صحت کی فکر الگ کھائے جا رہی تھی۔

پھر ایک روز اماں کی طبیعت کافی بگڑ گئی۔ (جاری ہے)

بقیہ
بلاعنوان

جب وہ ستائش کی امید پر گھر والوں کو دیکھتی تو دل مسوس کر رہ جاتی، کیوں کہ وہ سب اس کی تمام کوششوں کو روٹین ورک سمجھ کر بے التفاتی کر رہے تھے۔

آج کا مینیو ہلکا پھلکا تھا۔ شامی کباب تو پہلے کے فریزر میں تھے، ساتھ دال پکا کر اس نے چاول دم دے دیے، فون کے بزر پر دوپٹے سے گیلے ہاتھ پونچھتی وہ فارس کی کال کی امید پر خوشی خوشی کمرے کی جانب لپکی، ادھر وہ ہی تھا۔ ہاں جی کیا کر رہی تھیں میری مسز محترمہ؟ اس کے شوخ لہجے پر وہ کِھل اٹھی۔ ”وہ وہ ہی گھر کے کام۔“

”اچھا کیا بنایا آج؟“ استفسار پر اس نے بتا دیا۔

”اچھا جی۔۔۔ تو آج ریسٹ ڈے تھا میڈم کا۔۔۔ مگر میں تو ابھی آپ کو ایک امتحان میں ڈال رہا ہوں۔۔۔ تو ہو جائے امتحان؟“ فارس کے سوال نے اس کو سوچ میں ڈال دیا۔ نہ جانے کس ٹائپ کا امتحان ہے۔ تھوک نگلتے ہوئے عنبر نے کہا: ”جی جی حکم کیجیے جناب!“

”اچھا تو سنو۔۔۔ میرے ساتھ میرے چار کولیگ بھی آج لنچ پر آئیں گے، ذرا اچھا سا کچھ بنا لو، فٹافٹ!! بڑی تعریفیں کر دی ہیں تمہاری اور پھر تم کو تو پتا ہے سعدیہ بھابھی کا، فراز کی وائف ہے نا!۔۔۔ بہت اعلیٰ کوکنگ کرتی ہیں وہ۔“ فارس کی بم چھوڑنے کی عادت آج اُس پر پہلی دفعہ آشکار ہوئی۔ چار و ناچار اپنی عزت بنانے کے لیے اس کے پاس ہاں کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ فون کال بند کرتے ہی کمر کستی بھاگم بھاگ وہ کچن میں پہنچی۔ فریج میں موجود چیزیں دیکھ کر اس نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے تو میٹھا بنا کر فریج میں ٹھنڈا ہونے کو رکھ دے۔ فروٹ کسٹرڈ کو فریزر میں رکھ کر وہ کچن کو پلٹی اور جلدی جلدی بیف کی یخنی پلاؤ چڑھا دی۔ وہ ہمیشہ سے گوشت دھو کر فریز کرتی تھی، اس کی وجہ سے وقت کی بچت ہو رہی تھی۔ دوسرے چولہے پر مٹن کڑھائی چڑھا کر وہ واپس کمرے میں آئی اور فارس کو میسیج کیا کہ تندوری نان لیتے آئیں۔ ڈرائنگ روم کا حلیہ درست کر کے سلاد اور رائتہ بنانے وہ جیسں ہی کچن میں گئی اسی وقت ڈور بیل بجی (ٹنگ ٹانگ) مہمان آ چکے تھے۔ سب کو ٹھنڈا شربت بھجوا کر اس نے فرائی پان میں کباب تلنے کے لیے رکھ دیے۔ ادھر چاول بھی دم پر تھے۔ شنواری کڑھائی کی مخصوص خوشبو پورے گھر میں پھیل رہی تھی۔ دستر خوان پر چیزیں بھجواتے کڑھائی کو خوش رنگ دھنیے مرچ اور ادرک سے جبکہ پلاؤ کی ٹرے پر تلی پیاز چھڑکتے اس کا دل ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اپنے طور پر خود کو وہ آج اس امتحان میں سو میں سے ایک سو ایک نمبر دے چکی تھی۔ کھانے کے ختم پر وہ کمرے کے دروازے کو ناک کرنے یہ پوچھنے آئی کہ چائے بنائے یا کافی، مگر دستک دینے والا ہاتھ اس وقت ہوا میں معلق ہی رہ گیا جب اس نے اپنے کانوں سے خود یہ مکالمہ سن لیا۔

”بہت مزا آیا یار فارس بھابھی کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔“ فراز کے توصیفی لہجے پر بے زاریت سے بھرپور لہجے میں فارس نے جواباً کہا: ”رہنے دو یار! مجھ کو معلوم نہیں کیا کہ تمہارا کھانے کا اسٹینڈرڈ بہت ہائی ہے، سچ میں شرمندہ کر دیا ہے مسز نے آج!! یاد ہے سعدیہ بھابھی کو جب جب تو نے ایمرجنسی دعوت کا کہا انھوں نے کبھی بھی یہ ڈھابا اسٹائل دعوت نہیں کھلائی، ہمیشہ کانٹی نینٹل ڈشیں ہوتی تھیں، وہ بھی جھٹ پٹ اور اعلیٰ۔“

ہاں تو سب لڑکیاں سعدیہ نہیں ہوتیں بے وقوف اور سب فراز بھی تو نہیں ہوتے نا! کہ سعدیہ مل جائے۔ اس نے فرضی کالر اوپر کر کے جھاڑے تو سب نے قہقہہ لگایا بشمول فارس کے۔۔۔ اس سے زیادہ وہاں کھڑے ہونا اس کے بس میں نہیں تھا، لہٰذا سسکیاں دباتی وہ بیڈ روم کی طرف لپکی۔

ہمیشہ کی طرح بے رحمی سے دوسروں کی تعریفیں کرنا اور اپنوں کی تمام کاوشوں کو کھڈّے میں ڈالنے کی عادت کی اسیر عنبر کو آج معلوم ہوا کہ اس نے نہ جانے کتنی بار امی کا، زہرہ کا، بھائیوں کا دل اس بات پر دکھایا کہ تمام محنت اپنوں سے کروا کر تمام خدمات اٹھوا کر جب وہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھنے والوں کی شان میں القابات کہتی تھی تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔

مکالمہ

"کیا بات ہے یار! آج کل تم بہت پریشان نظر آرہے ہو۔"

"پریشان نہیں ہوں، خوف زدہ ہوں۔"

"خوف زدہ ہو، لیکن کیوں؟"

"ان حالات میں خوف کے علاوہ کوئی اور کیفیت طاری کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ہر طرف جنگ کا سماں ہے۔"

"جنگ! کیسی جنگ؟"

"مخلوق کی اپنے خالق سے جنگ۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا، پہیلیاں نہ بجھواؤ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"تم کتنے نادان ہو ناں سورج بھیّا! خود جو ہر دم سونے کی تھال کی طرح چمکتے ہو، اسی لیے زمانے میں پھیلی تاریکی تمہیں کیوں نظر آئے گی۔ آؤ! میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ دیکھو! وہ ماہم تھی، مگر اسے ماہم رہنا منظور نہ تھا، اس نے خود کو ماجد بنالیا۔ وہ ارسل تھا بنانے والے نے اسے بھرپور مرد بنایا، مگر اسے عورت بننا پسند تھا، اس نے خود کو ارسلہ متعارف کروا دیا۔ وہ کائنات جسے کائنات کے خالق نے یقیناً بہت محبت سے لڑکی بنایا ہوگا، مگر اس نے بنانے والے کے منصوبے کو ٹھکرا کر خود اپنی صنف کا انتخاب کیا ہے۔ دکھانے اور بتانے کو بہت کچھ ہے سورج بھیّا، مگر اب سب بے فائدہ ہے۔"

"مگر اس میں کیا برائی ہے؟ ہر شخص کی اپنی مرضی ہے، اپنا انتخاب ہے۔"

"ارے! ایسے کیسے اپنی مرضی، اپنا انتخاب! اگر بات اپنی مرضی کی ہے تو میرا بھی دل چاہتا ہے، میں تمہاری روشنی مستعار لیے بغیر خود سے ہر دم چمکتا رہوں، جیسے تمہارے پاس آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تاب ناکی موجود ہے، میں اس سے محروم ہوں، جو گرمی اور مفید ثابت ہونے والی تاب کاری خالق نے تمہیں دی ہے، مجھے وہ سب نہیں دیں۔ میرا دل ان سب کی چاہ ضرور کرتا ہے، لیکن اس چاہ میں آکر میں اپنے خالق کی چاہت سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ اس نے میرے لیے میرا چاند ہونا پسند کیا تو مجھے کم روشنی والا چاند بنایا۔ میں ہر وقت نہیں چمک سکتا جو چمکتا ہوں، وہ بھی تمہاری روشنی کے سہارے، مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بنانے والے سے کوئی شکوہ نہیں۔ میں اس کی مرضی اور اس کی تخلیق پر راضی ہوں اور یہی رضا خالق کو ان لوگوں سے بھی مطلوب تھی، جنھوں نے اپنی مرضی اور اپنی خواہش کا غلام بن کر اپنی تخلیق کو بدل ڈالا ہے۔ یہ خواہشِ نفس کے غلام بن گئے۔ صلح چھوڑ کر جنگ شروع کرنا چاہ رہے ہیں۔"

"مگر اس میں جنگ کیسی چندا بھیّا؟"

"جنگ ہی تو ہے سورج بھیّا! اپنی مرضی کی صنف چننا مطلب یہ کہ جس نے بنایا اس نے غلط فیصلہ کیا، غلط انتخاب کیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ اپنے خالق کو ایسا کر کے غلط ثابت کرنا چاہ رہے اور جب درست کو غلط ثابت کرنے کے لیے بے بنیاد دلائل، بے بنیاد کام کیے جائیں، بس یہیں سے آغاز جنگ ہوتا ہے سورج بھیّا۔"

"اچھا، خود اللہ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے چندا بھیّا۔"

"ارے! کیا تم نے سنا نہیں ہے۔ اپنے کلامِ پاک کی سورۃ النسآء میں خود اللہ رب العالمین فرمارہا ہے: "یہ ان کاموں میں سے ہے، جس کا حکم انھیں شیطان دیتا ہے۔" شیطان کو جس وقت اللہ نے جنت سے نکالا، اس نے اس وقت جن چیزوں کا اللہ سے وعدہ کیا تھا انہی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں انھیں اپنی تخلیق، اپنی صورتیں بدلنے کا حکم دوں گا، جو وعدہ اس نے اس وقت کیا تھا، وہ آج پورا کر رہا ہے۔ اس ملعون نے کچے ذہنوں کو تغیّرِ تخلیق کا حکم دیا اور انھوں نے اس ملعون کے ہر وسوسے، ہر بہکاوے کی طرح اسے بھی مان لیا۔ پہلے اوڑھنے اور پہناوے کی حد تک انھوں اس تبدیلی کو قبول کیا۔ مرد نے عورت کا لباس پہننا شروع کیا اور عورت نے مرد کا، مگر جب اس سے بھی قلبی تسکین کا سامان نہ ہوا، تب انھوں نے اپنی صورتیں اور اپنے اجسام ہی تبدیل کروالیے اور چندا بھیّا! بات یہاں ختم نہیں ہوئی، بلکہ بات اور اعمال تو ہر حد سے آگے نکل چکے ہیں، ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اشرف المخلوقات ہونا ہی گوارا نہ کیا، ان میں سے بعض کے نزدیک انسان ہونے سے زیادہ جانور ہونا بہتر ہے، اسی لیے تو کوئی کتا بن گیا اور کوئی بلی۔ اب کہو چندا بھیّا! کیا مجھے ان حالات میں بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے؟"

"تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں چندا بھیّا! لیکن تم نے تو کچھ نہیں کیا ناں، تم اتنے خوف زدہ کیوں ہو۔"

"سورج بھیّا! تم بھلا بیٹھے ہو شاید، مگر میں وہ چنگھاڑ آج بھی نہیں بھلا پایا جو آج سے ہزاروں سال قبل قومِ لوط کی انہی حرکات کی وجہ سے ان پر عذاب کی صورت نازل کی گئی تھی۔"

"تمہاری مراد اس چنگھاڑ سے ہے، جس نے قومِ لوط کے لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔"

"ہاں ہاں، بالکل! وہ تیز چنگھاڑ جس کی وجہ سے دل سینوں کے اندر پھٹ گئے تھے۔ میں اسے دوبارہ نازل ہوتے دیکھ رہا ہوں سورج بھیّا اور وہی ایک عذاب نہیں جو میں اترتا دیکھ رہا، بلکہ اس جیسے کئی عذاب ہیں جن کی لپیٹ میں آنے والے سب کام یہ قوم کر رہی ہے۔"

"لیکن چندا بھیّا! قومِ لوط تو ایک دوسرے انتہائی گندے عمل کا شکار ہوئی تھی۔"

"ارے نادان! جب ابلیس نے ان کچے ذہنوں سے جنس کی تفریق ہی ختم کر ڈالی تو تمہیں کیا لگتا ہے، شہوت جیسی خواہش کی تکمیل کے لیے شیطان انھیں اسی عمل پر نہیں اُکسائے گا، جس میں قومِ لوط ملوث تھی۔ آج جب مرد عورت بن چکا اور عورت مرد تو اب جس کا جی چاہے جس کے ساتھ چاہے اور جیسے اپنی شہوت پوری کرے، یہاں کوئی لحاظ، کوئی فرق اور کوئی حیا اب باقی نہیں رہی سورج بھیّا!"

"اس جنگ میں جیت کس کی ہوگی چندا بھیّا؟"

"بات جیت اور ہار کی نہیں ہے سورج بھیّا! بات عذاب و ثواب کی ہے۔ آج دنیا میں اپنی من مانی اور اپنی صورتوں اور جسموں کے انتخاب میں اپنی مرضی کرنے پر انھیں تو گویا یہی لگے گا کہ فتح ان کی اور ان جیسوں کی ہوئی ہے، مگر وہ رب جو انھیں ڈھیل دے رہا ہے، انتظار کر رہا ہے اس آخری پہر کا جس کے بعد ان کی ہر من مانی ان کے لیے باعثِ ذلّت و باعثِ عذاب ٹھہرے گی، ممکن ہے ان کے نبی کی دعا کے باعث ان کا خالق انھیں پچھلی قوموں کی طرح نہ پکڑے،

بقیہ صفحہ 27 پر

جُنید امِین

جُنید امِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

آخری امتحان

بنت مسعود احمد

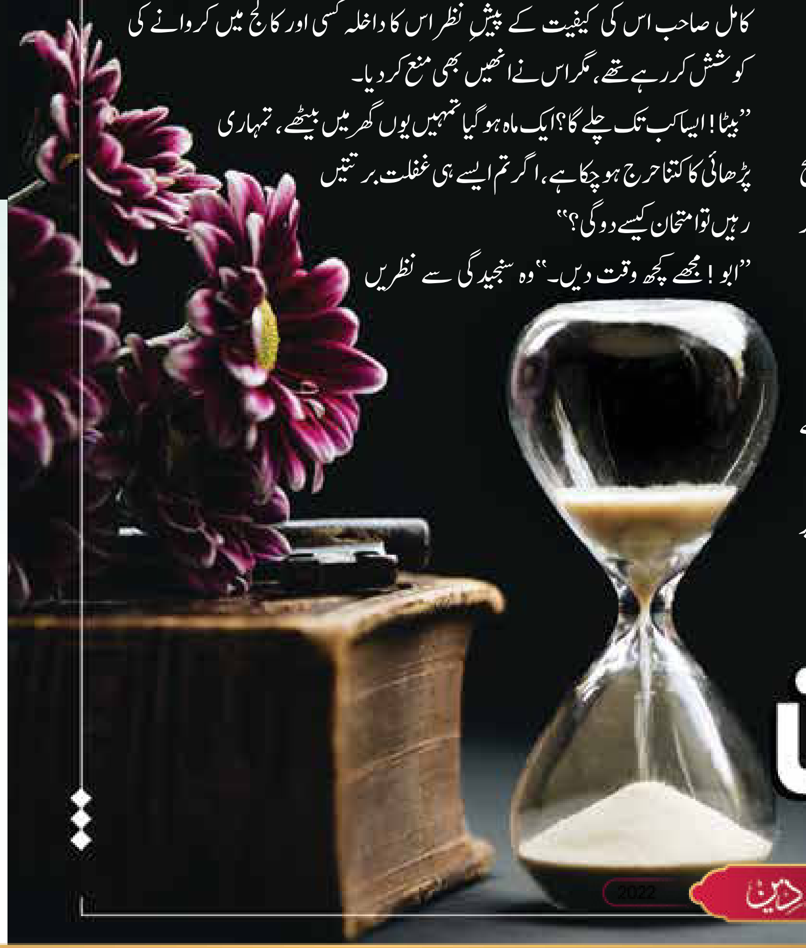

کالج کا پہلا سال تھا اور عمر کا سولہواں برس، معصوم سا چہرہ اور انداز و ادا میں بانکپن۔۔۔ گھنے بالوں کو کیچر لگا کر اس نے یونہی کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ کالج کے نئے نکور سرمئی یونیفارم میں اس کی دودھیا رنگت کھلی جا رہی تھی۔ وہ آج بہت خوش تھی، کیوں کہ اپنی منزل کی جانب اس کا پہلا قدم تھا۔ شہر کے بہترین کالج میں اس کا ایڈمیشن ہو چکا تھا۔

وہ ذہین تھی اور سونے پر سہاگہ اسے پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ اسکول لیول تک وہ ہر کلاس میں اول آتی رہی تھی، مگر اب اس کا مقابلہ کلاس کی دو سو بارہ لڑکیوں سے تھا۔ وہ جانتی تھی اسے اسکول کے مقابلے میں یہاں دہری محنت کرنی پڑے گی اور وہ کر بھی رہی تھی۔ گھر آکر وہ کچھ دیر آرام کرتی اور پھر روز کا پڑھا سبق روز یاد کرتی جاتی۔ وقت کے پنچھی نے اڑان بھری اور دیکھتے دیکھتے ایک سال بیت گیا۔ سالانہ امتحان سر پر آ چکے تھے۔ کسی کو نوٹس مکمل کرنے کی فکر تھی تو کسی کو جرنل بنانے کی۔ وہ کالج روز آیا کرتی تھی، اس لیے اس کے تمام جرنل وقت پر مکمل ہو کر چیک بھی ہو چکے تھے۔ حبیبہ اپنے نوٹس شروع سال سے ہی خود تیار کر رہی تھی، وہ کالج آکر کوئی بھی پریڈ مس نہیں کرتی تھی۔ فری پیریڈ میں وہ لائبریری چلی جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ کالج کے پہلے سال اس کی پرسنٹیج بہت اچھی بنی تھی، پر پورے کالج میں پوزیشن اس کی ایک کلاس فیلو ملیحہ جواد نے لی۔

ملیحہ جواد، حبیبہ کو اسے دیکھ کر بہت رشک آیا۔

اسے دوست بنانے زیادہ پسند نہ تھے، مگر ملیحہ سے دوستی اس کی اولین خواہش بن گئی۔

اس نے جب ملیحہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو اس نے بڑی گرم جوشی سے تھام لیا، یوں گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ وہ دونوں ایک دوسرے کی بہت اچھی سہیلیاں بن گئیں۔

اگلے سال امتحان ہوئے تو اس بار بھی ملیحہ کے نمبر حبیبہ کے مقابلہ میں زیادہ تھے۔

"میں نے اس بار خوب محنت کی تھی، مگر پھر بھی میرے حصے میں دوسرا درجہ ہی آیا ہے۔" حبیبہ اپنا رزلٹ دیکھتے ہوئے مصنوعی اداسی سے بولی۔

"ارے بس، چند نمبروں کا ہی فرق ہے۔ اگلی بار کیا پتا تم ٹاپ کر جاؤ۔" ملیحہ مسکرا کر بولی۔

"ہہمم دیکھتے ہیں۔"

❖

حبیبہ کالج پہنچی تو خلاف توقع ملیحہ کو اپنا منتظر نہ پا کر کچھ حیران ہوئی۔ وہ اس سے پہلے کالج پہنچ جایا کرتی تھی اور رات تک تو اس نے چھٹی کی بابت کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ خیر گھر جاکر پوچھوں گی کہ محترمہ بنا بتائے چھٹی کیوں کی۔ وہ دل ہی دل میں سوچتی کلاس میں چلی گئی۔

❖

"ک ک کیا کہا؟؟؟" اسے لگا کہ شاید اس کے سننے میں کچھ غلطی ہو گئی ہے۔

"نہ نہ نہیں۔۔۔ نہیں یہ کیسے ہوا؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر چکا تھا اور وہ خود بھربھری مٹی کی مانند فرش پر ڈھ سی گئی۔

"کیا ہوا میری بچی؟ خیر تو ہے۔" عابدہ بیگم اس کی چیخ سن کر کچن سے آئی تھیں، وہ فرش پر آڑی ترچھی پڑی زور زور سے رو رہی تھی۔

"بتاؤ تو ہوا کیا ہے آخر؟" وہ اسے جھنجھوڑ کر بولی۔

"امی ملیحہ۔۔امی ملیحہ۔" وہ اتنا کہہ کر پھر سے رونے لگی۔

"کیا ہوا اسے؟" اب کی بار وہ چیخ ہی پڑیں تھیں، حبیبہ کا رونا کسی طور قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

"امی اس کا انتقال ہو گیا۔" وہ بے تحاشا روتے بامشکل بولی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

وہ اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے پوری جان سے کانپ کر رہ گئیں، ملیحہ کی ناگہانی موت نے انھیں بھی رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

❖

اس رات ملیحہ سوئی تو اس کی تقدیر میں طلوع سحر دیکھنا نصیب نہ ہوا، وہ اس وادی میں جا اتری جہاں ایک نا ایک دن سب ہی کو جانا ہے، کوئی پلٹ کر نہیں آ سکتا، نہ ہی فرار پا سکتا ہے۔ اس کے یوں اچانک جانے پر کئی دن تک تو حبیبہ کے دل کو پنکھے لگے رہے، ایک عجیب سی بے کلی اسے ہمہ وقت اپنے حصار میں لیے رکھتی۔ وہ جینا چاہتی تھی جیسے پہلے جیتی آئی تھی، وہ ہنسنا چاہتی تھی پر اس کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔ اس کو لگنے لگا تھا کہ شاید اب وہ دوبارہ کبھی کھل کر مسکرا بھی نہ پائے گی۔ ایک سال کے مختصر عرصے میں وہ ملیحہ کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہ اب وہ اس کے جانے کے بعد ہر چیز سے بے زار آ چکی تھی۔

وہ کالج جانے تک کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

عابدہ بیگم اسے جب کالج جانے کو کہتیں وہ خاموش سی سوچوں میں گم ہو جاتی یا پھر رونے لگ جاتی۔

"امی مجھ سے نہیں ہوگا، مجھے وہ یاد آئے گی بہت یاد آئے گی۔"

وہ بے بس سی ہو کر رہ گئی تھی۔ بہت زیادہ تو وہ پہلے بھی نہیں بولتی تھی، مگر اب تو جیسے اس کے ہونٹوں پر خاموشی کے قفل لگ چکے تھے۔

کامل صاحب اس کی کیفیت کے پیشِ نظر اس کا داخلہ کسی اور کالج میں کروانے کی کوشش کر رہے تھے، مگر اس نے انھیں بھی منع کر دیا۔

"بیٹا! ایسا کب تک چلے گا؟ ایک ماہ ہو گیا تمہیں یوں گھر میں بیٹھے، تمہاری پڑھائی کا کتنا حرج ہو چکا ہے، اگر تم ایسے ہی غفلت برتتیں رہیں تو امتحان کیسے دو گی؟"

"ابو! مجھے کچھ وقت دیں۔" وہ سنجیدگی سے نظریں جھکائے بولی۔

❖

اس کے معمولات بڑے غیر محسوس طریقے سے بدلنے لگے تھے، وہ جو صرف جمعہ کی نماز پڑھا کرتی تھی، اب پانچ وقت نماز پڑھنے لگی تھی، پھر نماز کے بعد کتنی ہی دیر تک ہاتھ پھیلائے رب کے حضور چپکے چپکے جانے کیا راز و نیاز کرتی رہتی اور روتی رہتی۔

اس نے کہیں بھی آنا جانا چھوڑ دیا، باہر نکلتی تو چادر کو اچھی طرح لپیٹ کر نکلتی۔

اس کے والدین اس کی ذہنی ابتری کو سمجھ رہے تھے وہ صدمے کے زیر اثر تھی، مگر اسے اس کے حال پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا، اس طرح وہ نفسیاتی بیمار بھی بن سکتی تھی، یہی فکر انھیں دامن گیر تھی۔

وہ اسے کسی سائیکیٹرسٹ کو دکھانے کا سوچ رہے تھے کہ ایک دن خود وہ ایک مطالبہ لے کر ان کے پاس پہنچی۔

"ابو! مجھے قرآنِ پاک سیکھنا ہے۔" نماز کی طرح دوپٹا لپیٹے معصوم سا چہرہ کامل صاحب کے سامنے تھا۔

"الحمدللہ، میری بیٹی نے تو بچپن ہی میں بہترین تجوید کے ساتھ قرآنِ پاک سیکھ لیا تھا۔"

"جی ابو، میں نے اسے پڑھ لیا تھا، مگر سیکھا اور سمجھا نہیں تھا۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"میں نے بہت سوچا ہے ابو جی کہ دنیا میں میرا وجود کیوں ہے کس لیے ہے؟ میرے اللہ نے مجھ کیوں کر پیدا کیا ہے؟ کیا صرف اس ہی لیے کہ میں کھا لوں، پی لوں، پہن اوڑھ لوں اور ایک دن اچانک چلی جاؤں۔" آخری بات کہتے اس کی آواز بھرا چکی تھی۔ آنسو تیزی سے بہہ کر اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ چند لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ہر امتحان کی تیاری بڑی محنت اور لگن سے کی ہے، میں راتوں کو جاگی ہوں اور دن کو بے آرام رہی ہوں میں دنیاوی امتحان کے لیے اتنی فکر مند رہی ہوں کہ میرے روز مرّہ کے معمولات تک بدل جاتے تھے اور مجھے یہ تک خبر نہیں تھی کہ میری زندگی میں آنے والا سب سے بڑا امتحان ابھی باقی ہے اور میرا منتظر ہے اور اس کی بھی تیاری مجھے ہی کرنی ہے۔ میں ہمیشہ اس لیے ڈرتی رہی ہوں کہ کسی سبجیکٹ میں فیل نہ ہو جاؤں یا میرے نمبر کم نہ ہو جائیں، مگر میں نے یہ کبھی نہ سوچا تھا کہ اگر آخرت کے امتحان میں فیل ہو گئی تو پھر میرا کیا ہوگا؟ میں تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گی بالکل خالی دامن۔" وہ ان کے سامنے کھڑی اپنے دل کا غبار نکال رہی تھی، کامل صاحب شُشدر سے اپنی چھوٹی سی گڑیا کی بڑی گہری باتیں سن رہے تھے، کپڑوں کی تہے لگاتی عابدہ بیگم کا ہاتھ وہیں ساکت تھا بیٹی کے منہ سے نکلے الفاظ وہ دل کے کانوں سے سن رہی تھی۔

"ابو! اب میں اور وقت برباد کرنا نہیں چاہتی، میں غفلت کی زندگی چھوڑ کر جی جان سے اب اس امتحان کی تیاری کرنا چاہتی ہوں، جس کے لیے میں اس دنیا میں بھیجی گئی ہوں۔ میرا پالنے والا مجھ سے جو چاہتا ہے، اب وہی مجھے کرنا ہے۔ ملیحہ کے جانے کے بعد میرے دل میں جو بے سکونی کی آگ لگی تھی، وہ میرا رب جانتا ہے۔ میں اس کے آگے جب بھی سر رکھ کر روئی ہوں، ایک عجیب اطمینان میں نے اپنے دل کی رگ رگ میں اترتے پایا ہے، میرے رب نے مجھے اپنی رضا میں راضی رہنے کا سلیقہ سکھا دیا ہے، میرے دل پر اس نے اپنی محبت کی ضرب لگا کر مجھے بندگی کا قرینہ سکھا دیا ہے، اب میں اس ہی کی ہونا چاہتی ہوں، جس کی ازل سے تھی۔ وہی رب جو ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے، مجھے اس کو راضی کرنا ہے، اسے خوش رکھنا ہے اور وہی کام کرنے ہیں جو مجھے اس کی رضا اور خوشنودی تک لے جائیں۔ مجھے اب دل و جان سے اصل اور آخری امتحان کی تیاری کرنی ہے۔"

کامل صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عابدہ بیگم چہرہ ہاتھوں میں چھپائے زار و قطار رو رہی تھیں۔

رو تو وہ بھی رہی تھی، پر اس کے دل میں چین و راحت کا دریا موجزن تھا۔

کبھی کبھی رب کی طرف سے دل پر لگائی ضرب بے شک انسان کو بڑی تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے، مگر وہ ضرب دل میں اللہ کی قربت کا ایسا راستہ بن جاتی ہے جو انسان کو رب کی محبت تک لے جاتا ہے اور یہی کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا، وہ اپنی بہت پیاری سہیلی کو کھو چکی تھی، پر اس کے بدلے میں مقصدِ حیات پا چکی تھی، اپنے رب کی معرفت پا چکی تھی، وہ جان چکی تھی یہ دنیا ایک سرائے کے سوا کچھ نہیں، جہاں چند دن ٹھہرنا ہے اور کوچ کر جانا ہے۔

❖

بقیہ مکالمہ

مگر جب یہ اس کے پاس جائیں گے تب اس کی سخت پکڑ سے خود کو کیسے بچائیں گے۔"

"ہمارے اور باقیوں کے لیے اللہ کی جانب سے ان حالات میں کیا کرنے کا حکم ہے سورج بھیّا؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ کثرت سے استغفار اور کثرت سے ان چاروں طرف سے گھیر لینے والے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے دعائیں مانگی جائیں۔ دوسرے نمبر پر یہ کہ جس بھی شخص سے جس طرح ہو سکے اس فعل اور اس فعل میں شامل ہر فرد و ہر قانون کی خوب خوب مذمت کی جائے، جو لکھنا جانتا ہے وہ لکھ کر اس قبیح عمل کی سرکوبی میں اپنا حصہ ڈالے، جو بولنا جانتا ہے وہ بول کر، جو لڑنا جانتا ہے وہ لڑ کر۔"

"لیکن سورج بھیّا! ہر کوئی ان قانون سازوں کی طرح پہنچے ہوئے ہاتھ تو نہیں رکھتا ناں جو لکھ کر، بول کر یا لڑ کر اس عمل کی راہ میں رکاوٹ بن سکے گا۔ میرا مطلب ہے کہ کثرت تو کم زور لوگوں کی ہے، ہاں وہ لکھنا، بولنا اور لڑنا جانتے ہیں، مگر کیا ان کا یہ سب کرنا فائدہ دے گا؟"

"چندا بھیّا! فائدے اور نقصان کا اختیار تو اللہ کے پاس ہے۔ ہم نے تو وہ چڑیا بننا ہے جو چونچ میں پانی لاتی تھی اور حضرت ابرہیم علیہ السلام کی آگ میں ڈالتی تھی، اس یقین کے ساتھ کہ ابراہیم کا، خود اس کا اور اس چونچ بھر پانی کا رب ضرور اس قطرے سے آگ کو بجھا دے گا۔ بس یہ یقین چاہیے اور کوشش چاہیے۔ باقی مجھے اور آپ کو تو اذاں پر سر جھکانے کا حکم ہے۔ عذاب و ثواب، نفع و نقصان کا مالک خود دیکھ لے گا اسے کس کی کوشش سے کیا کام کروانا یا کیا کام رکوانا ہے۔"

"یہ آپ نے دل لگتی کہی چندا بھیّا! کہ مجھے اور آپ کو تو حکمِ اذاں پر سر جھکانا ہے۔"

طوطا کہانی

عظمیٰ ظفر

جانے کہاں سے شامت کامارا ایک آسٹریلین طوطا میرے گھر میں دروازے پر آکر بیٹھ گیا۔ میری نظر اس پر پڑی تو بہت خوشی ہوئی۔ پکڑنے کے لیے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا وہ پُھرررر،،، دوسری جانب کھڑکی پر بیٹھ گیا، میں نے وہاں سے پکڑنا چاہا، ابھی اسے ہاتھ لگا ہی تھا کہ اس کی دم کا ایک بڑا پر میرے ہاتھ میں آگیا۔

"ہائیں،،، ! ! ! یہ قربانی کا جانور ہے کیا؟ جس کا پَر سینگ اور کھال کی طرح چپکا دیا گیا ہو؟"

"لو جی ! یہ تو اڑنے سے گیا، یوں طوطا بے چارا بآسانی ہمارے چنگل میں آگیا۔ بچے تو طوطے کو دیکھ کر بہت خوش اور طوطا پورے گھر میں ٹہلتا پھرے۔ بچے اس کے پیچھے پیچھے، طوطے میاں نوشے بنے آگے آگے۔

میں دانہ دنکا کیا دیتی؟ گھر میں سب ہی انسان کے بچے تھے، پرندے کے نہیں۔

خیر جناب ساس محترمہ نے حل نکالا کہ پڑوس والی آنٹی کے گھر میں بھی طوطے ہیں جوان کے اکلوتے بیٹے نے پالے تھے۔ ویسے طوطا چشم تو سنا ہوگا آپ نے، وہ بھی طوطا چشم نکلے، پلے پوسے، جوان ہوئے۔

بیوی اور بچے والے ہوئے تو ماں باپ برے لگنے لگے تو دونوں کو خالی گھر میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ماں نری محبت کی ماری یہ نا ہوا کہ بیٹے بہو کے ہاتھ میں وہ پنجرہ بھی تھماتی کہ لو بیٹا اسے بھی لیتے جاؤ، میں کہاں دیکھ بھال کروں گی، مگر نہیں ! ! ! بیٹے کی نشانی سمجھ کر کلیجے سے لگالیا۔

اب گھر کے سنّاٹے میں طوطی کی آواز سنتی رہتی ہیں نقار خانہ نہ سہی۔

خیر جناب ! ان سے دانہ مانگے گئے، گھر کے ایک کونے دانہ پانی ڈال دیا گیا، مگر طوطا بھی چالاک نکلا سب کے سامنے نہ کھائے، سیاسی قبیلے کا لگتا تھا۔ (چپکے چپکے ملک کھا جانے والا) پکڑو تو چونچ ایسی مارتا کہ خون نکال دے۔ رات ہوئی تو اس کی رہائش کا مسئلہ ہوا۔

"تلاشِ گمشدہ" کا اعلان بھی نہیں ہوا، بلی کے حملے کا ڈر الگ تھا، حل یہ نکالا گیا کہ پڑوس والی آنٹی کو دے دیتے ہیں، چوں کہ طوطا ان کا نمک چکھ چکا ہے تو اس کی لاج بھی رکھے گا اور وہیں رہے گا، سکون سے بچوں کا جب دل چاہے گا دیکھ آئیں گے اس اجنبی کو۔۔۔

یوں وہ طوطا اس رات پڑوس سِدھار گیا، مگر یہ کیا ! ! !

اگلی صبح آنٹی شرمندہ شرمندہ اسے کاغذ میں لپیٹ کر لے آئیں کہ ان کے طوطوں نے تو اس بے چارے کو بالکل بھی قبول نہیں کیا۔ ساری رات لڑائی کرتے رہے اور میں اٹھ اٹھ کر ان میں صلح کرواتی رہی، یہ کچھ دن اور ان کے ساتھ رہا تو مر مرا جائے گا۔

میں تو سوچ میں ہی پڑ گئی جیسے: "کیا طوطے برادری بھی جلن حسد رکھتے؟ کیا انھیں بھی کرایہ چاہیے تھا؟ کیا پتا آنٹی کی طوطی کو پردے کا مسئلہ ہو؟"

اب ایک غیرت مند طوطا غیر طوطے کو اپنے گھر میں گھسنے کیوں دے؟ اے کاش ! ہمارے گھروں کے سوئے مردوں کی غیرت بھی جاگ جائے، وغیرہ وغیرہ۔

طوطا تو واقعی پِٹ کر آیا تھا، ایک تو دُم کا پَر ٹوٹ گیا، اوپر سے پڑوسی طوطوں نے مار مار کر گنجا سا کر دیا تھا۔ اجڑا کراچی لگ رہا تھا بے چارہ۔

پھر اس کے لیے ایک عدد پنجرہ لایا گیا، چھوٹی سی دو مٹکیاں سیٹ کی گئیں۔ میں نے لاکھ چاہا کہ اسے اڑا دیا جائے، مظلوم پرندے کی بے بسی کی دہائیاں دیں، مگر میاں صاحب کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کہنے لگے: "بلی کے پیٹ میں چلا جائے گا تب خوشی ہوگی تمہیں، اڑنا آتا نہیں اسے زندگی کی جتنی سانسیں ہیں جی لینے دو۔"

البتہ بیٹا مان گیا کہ امی ہمیں قید نہیں کرنا چاہیے تھا۔

بات بس یہیں تک رُکی نہیں، آدم کو بھی تو ضرورت حوا کی تھی، لہٰذا اکیلے طوطے کی ہم نشینی کا خیال کرتے ہوئے میاں صاحب ہرے رنگ کی آسٹریلین طوطی خرید لائے۔

"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

دیوانے ہی تھے جلد دونوں میں دوستی ہوگئی، کبھی کبھی لڑائی بھی ہو جاتی، مگر یہ ساتھ کچھ ہی دن رہا اور ایک دن طوطی داغِ مفارقت دے گئی۔ طوطا بے چارہ پھر تنہا ہو گیا، اس کی اُداسی دیکھ کر بچوں کو بھی دکھ پہنچا۔ اگلے دن میاں صاحب بیٹے کو لے کر طوطا خریدنے چلے گئے۔

میں نے پھر احتجاج کیا مت قید میں رکھیں اڑا دیں اسے، مگر احتجاج پر کان دھرا نہیں گیا۔

"ارے بھئی ! یہ پنجرے کے ہی پرندے ہیں، اسی میں پیدا ہوتے ہیں، اسی میں رہتے ہیں، تم سمجھتی کیوں نہیں؟؟" میں نے سوچا واقعی ہم سمجھتے کیوں نہیں؟

ہم بھی تو نسل در نسل غلامی میں پلے آرہے ہیں، ذہنیت بھی غلامانہ ہو گئی ہے، آزادی کا سوچتے ہی نہیں۔ مظلومیت کی تصویر بنے ہم دردی سمیٹتے ہیں۔ امت مسلمہ کی طرح حزب شیطان کے پنجرے میں بند ہیں۔

اب جو نیا پنچھی آیا، وہ سفید رنگ کی طوطی تھی، جس کی لال آنکھیں تھیں۔

سفید اور ہرے طوطے کو دیکھ کے پاکستانی جھنڈا ہر وقت نظروں کے سامنے رہتا ہے۔

پہلے پہل تو طوطی خاموش رہی، مگر جب اپنا راج پاٹ ملا تو خوش خوش چہکنے لگی طوطے میاں کی چہکیں مزید بڑھ گئیں، اب خوب شور مچتا ہے، چونچیں لڑائی جاتی ہیں ایک دوسرے کے پروں کی، سارا دن صفائی ہوتی رہتی ہے۔

دانہ دینے میں ذرا جو دیر ہو جائے تو طوطا چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھا لیتا ہے، طوطی فطرتاً خاموش ہے، ورنہ بیگمات اتنی چپ رہتی نہیں ہیں یا شاید مجھ پر چلی گئی ہے۔

طوطے میاں کا شور صبح بھوک کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ رات بھر کا باسی کھانا نہیں چاہیے، صبح نیا دانہ پانی ملے گا تب ہی پیٹ بھرے گا خود بھی کھائے گا اور طوطی کے منہ بھی ڈالتا جائے گا۔

اچھی زبردستی ہے طوطے کی خود ہی اس کے منہ میں ڈالے گا، طوطی کی اپنی مرضی بھی تو ہوگی، اپنی پسند کا باجرہ کھائے، بیج چھیلے، اس کا گودا کھائے، یہ کیا ! ! طوطا لا لا کر منہ میں ڈالے، خود سے تو بہت کم ہی کھاتی ہے بے چاری۔ عورت مارچ کا اثر تھا میں نے بھی احتجاج کیا۔

تم عورتوں کو سکون اچھا نہیں لگتا، جب طوطا اتنی محنت سے، محبت سے اس کا پیٹ بھر رہا ہے تو کیا ضرورت ہے اسے گھر سے باہر نکلنے کی، انڈوں پر بیٹھی رہے اور اس کا کام کیا ہے؟ میاں صاحب نے اعتراض کیا۔

"اس کا کام؟؟"

"طوطی کا کام ! ! !"

یعنی وہ ایک ماں ہے، گھر کی چار دیواری (مٹکی ہی سہی) میں رہ کر انڈے کو گرمانا سرد گرم اور جھٹکوں سے بچانا۔

"لیکن کتنی گرمی لگتی ہوگی اسے اندر، باہر بھی کتنا کم آتی ہے۔" میں نے از راہِ ہم دردی کہا۔

"اے۔ سی لگا دیتا ہوں بیگم پنجرے میں، بجلی کا بل آئے گا تو تم دینا۔" میاں صاحب بھنا گئے۔

"ایک دو نہیں، چار انڈے دیے ہیں طوطی نے۔" بچے یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔

"انڈے مت دیکھنا، ورنہ طوطی کو غصہ آجائے گا، پھینک دے گی۔"

تنبیہ بھی کر دی گئی، لیکن بچوں کو دیکھنے کا اشتیاق بھی اُمڈ اُمڈ کر آرہا تھا۔

"کیوں پھینک دے گی؟"

"بچے کب نکلیں گے؟ طوطی انڈوں پر بیٹھے گی تو کیا انڈے ٹوٹیں گے نہیں؟"

"افففف ! اتنے سوالات، جواب دے دے کر تھک گئے۔"

اب تو طوطی مٹکی کے اندر سے نکلے ہی نہ اور باہر طوطے کا پہرا، وہ دروازے پر ہی کھڑا رہے کسی کو جھانکنے بھی نہ دے۔

سب نے بمشکل انڈوں کو چھپ چھپ کر دیکھا، وڈیو بھی بنا کر وائرل کی گئی۔

اب جان لیوا انتظار کا کٹھن مرحلہ شروع ہو گیا۔ اگلی ہی صبح بچوں کا پہلا سوال کہ "کیا بچے نکل آئے طوطے کے؟"

"اتنی جلدی ! ! ! اتنی جلدی تو صرف مہنگائی کا جِن نکلتا ہے بچوں، دس پندرہ دن تو لگیں گے، ابھی انتظار کرو۔"

اب روزانہ معائنہ کیا جانے لگا بچے نکلے کہ نہیں۔ انتظار تو مجھے بھی بہت تھا۔

"اتنے چھوٹے سے پنجرے میں چار بچے اور دو طوطے کیسے رہیں گے؟" "ہاں واقعی ! ! ! میں بڑا پنجرہ لے آوں گا۔" میاں صاحب بھی فکر مند تھے۔

مجھے فکر لگ گئی۔ بے صبرے انسان کو ہر بات کی جلدی ہوتی ہے، جیسے مجھے بھی فکر تھی اپنے نو مولود کی جو دنیا میں صرف ڈیڑھ دن کے لیے آیا تھا۔

مجھے اس کی بیماری کی فکر تھی، تکلیف کا درد تھا، یہ کب ٹھیک ہوگا، میں اسے کیسے سنبھالوں گی،

میری فکریں لمبی زندگی کی تھیں، اللہ نے اسے جنت کا مہمان بنا لیا، میری فکریں ! سوچیں ! پریشانیاں ! سب وہ اپنے ساتھ لے گیا۔

ادھر طوطی بھی اقبالیات میں پی ایچ ڈی کر کے آئی تھی یا پھر طوطے نے کہا ہوگا:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی سے
نئی تہذیب کے انڈے گندے ہیں

یوں دو تین ہفتے گزرنے کے بعد جب انڈے بار آور نہیں ہوئے تو طوطی نے انڈے مٹکی سے نکال باہر کیے اٹھا اٹھا کے پھینک دیے۔

"میرا اور طوطی کا دکھ مشترکہ ہو گیا تھا، گہرا دُکھ ! ! !" لیکن گزرتے وقت کے ساتھ صبر آجاتا ہے، بس کسک رہ جاتی ہے۔

چند دنوں بعد طوطی نے مزید چار انڈے دیے اور پھر وہ اسی جانفشانی سے ان انڈوں کو سینچنے میں لگی رہی، باہر بہت کم نکلتی، اپنی مرضی سے دانہ بہت کم ہی کھاتے دیکھا، اسے البتہ طوطے کا کام ویسے ہی جاری تھا روزی روٹی کمانے کا۔

اتنی کمر توڑ مہنگائی میں چار بچوں کا پالنا طوطے کے لیے مشکل ہوتا، جبکہ پنجرہ بھی اس کا ذاتی نہیں تھا۔

شاید اس لیے بھی انڈے بے کار چلے جاتے۔

بچوں کی اُمید پھر سے بندھی، مگر اس مرتبہ بھی مایوسی کا سامنا ہوا جب کچھ دن گزر گئے اور انڈوں سے بچے نہیں نکلے تو انڈے باہر نکال دیے گئے۔

پتا نہیں طوطی کے پاس کون سی الٹرا ساؤنڈ مشین ہے جو اسے پتا چل جاتا ہے کہ اب انڈے خراب ہو گئے ہیں۔

یقیناً اسی کا نام قدرت ہے جو چرند پرند سب کو اس کی حیثیت کے مطابق عقل و شعور دیتی ہے، اس لیے وہ رب سے شکوہ نہیں کرتے، بس کام کرتے ہیں اور انسان کام کم کرتا ہے شکوہ زیادہ کرتا ہے۔

طوطی کی محنت پر مجھے بڑا ترس آنے لگا تھا۔ طوطی جب سے انڈے دے رہی ہے مجھے کم زور، کم زور سی دِکھنے لگی ہے، آپ کو نہیں لگتا؟

ایک دن میاں صاحب سے کہا۔

یہ بھی تم نے خوب کہی، اپنی کم زوری میں طوطی کم زور دِکھ رہی ہے، پھر تو تمہیں اب ہاتھی کا بچہ بھی کم زور لگے گا، طوطوں کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی کرنا چھوڑ دو۔ (کیا بنی آدم کے لیے ایسا ممکن ہے؟) میاں صاحب شاید برا مان گئے تھے۔

خیر جناب ! تیسری مرتبہ پھر چار انڈے کی قطار موجود تھی۔ طوطی محترمہ حسب عادت انڈوں کی نگرانی میں معمور تھیں۔ ایک صبح ہلکی سی چیں، چیں، کی آوازوں نے خوشی کی نوید سنائی اور بلآخر ایک انڈے میں سے چھوٹو طوطے میاں نکل آئے اور طوطی کی مامتا کو قرار آگیا۔

ہم سب کی خوشی دیدنی تھی۔ ساس محترمہ نے بچے کی مبارک بادی اور درازی عمر کی دعائیں بھی دیں۔

ایک نحیف سے بچے کو پالنا بھی ماں کا جگرا ہے۔ طوطے صاحب کی پہرے داری بہت سخت تھی، اول تو طوطی باہر نکلے ہی نہیں اور اگر کبھی نکل آئے تو لوگوں کی آہٹ پاتے ہی طوطے صاحب اندر جانے کا آڈر کر دیتے ہیں۔ آج کل طوطے کی ڈیوٹی ڈبل ہے کھانا پہنچانے کی، مرد کو بھی اللہ نے کیا خوب قوام بنایا ہے۔

بقول بچوں کہ "یہ طوطا تو پولیس والا ہے، ہر وقت مٹکی کے آگے کھڑا رہتا ہے، اپنے بچے کو دیکھنے بھی نہیں دیتا، رات کو بھی جاگتا رہتا ہے۔"

پہلے دو شور مچاتے تھے، اب تین طوطوں کا شور ہے، چھوٹو میاں نے بھی منہ نکالنا شروع کر دیا ہے مٹکی سے، ابھی پورے باہر آئے نہیں، ماں منہ میں دانہ پانی ڈالتی جاتی اور وہ مزے سے کھاتا رہتا ہے۔

دیکھتے ہیں ہمارا اور طوطوں کا ساتھ کب تک چلتا ہے۔

اِک نئی کہانی

تنزیلہ احمد

”کیا کر رہی ہو ثمو؟ امی کب سے آوازیں دے رہی ہیں۔“ کہتے ہوئے تانیہ کمرے میں داخل ہوئی تو حسبِ معمول ثمن کو ایک مشہور رومانوی رسالے میں منہ گھسائے بیٹھے دیکھا۔

”اوہو، جب دیکھو رومانوی کہانیاں پڑھتی رہتی ہو اور کوئی کام نہیں؟“ تانیہ نے اُس کے ہاتھ سے رسالہ کھینچ کر ڈپٹے ہوئے کہا۔

”اوہو، کیا ہے آپی! سکون سے میں کچھ پڑھ بھی نہیں سکتی... اور اس گھر کا ایسا کون سا کام ہے جو میں نہیں کرتی؟“ اس نے جواب میں غصہ دکھاتے ہوئے سوال کیا۔

”کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے گھر سر پہ اٹھا رکھا ہے۔“ تانی نے ہنستے ہوئے اسے زِچ کرنے کل کوشش کی۔

”ایسا کہہ دیا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہو گی۔ کام والی کے ساتھ مل کر گھر کی صفائی میں کرواؤں۔ کپڑے میں دھلواؤں۔ امی کے ساتھ مل کر کچن میں سنبھالوں... خود تو آپ یونی ورسٹی چلی جاتی ہیں اگر میں نہ ہوں اس گھر میں تو کسی کا کام نہ ہو۔“ ثمن نے منہ پھلایا تو وہ ہنس دی۔

”اچھا گھر سنبھالنے والی محترمہ جا کر ذرا والدہ محترمہ کی بات سن لیجیے، وہ کب سے آپ کو یاد فرما رہی ہیں۔“ تانیہ ہنستے ہوئے بولی تو ثمن پیر پٹختے ہوئے امی کے کمرے میں چل دی۔

اُس کے جانے کے بعد تانیہ رسالے کی طرف متوجہ ہوئی۔ چند سطور پھر پیراگراف اور پھر صفحہ ۔۔۔ جیسے جیسے وہ کہانی پڑھتی جا رہی تھی، اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے رنگ واضح ہونے لگے تھے۔

❖

”ثمو! میری پیاری بہن، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تمہیں رومانوی قسم کے رسائل پڑھنا پسند ہیں۔“

”بالکل!“

”تمھیں کس قسم کی کہانیاں پسند ہیں؟“ تانیہ نے مزید پوچھا۔

”ہر قسم کی۔“

”ہر قسم کی یا پھر وہ جن میں ہیرو اکھڑ مزاج سا اور مردانہ وجاہت کا چلتا پھرتا شاہ کار ہو اور ہیروئین خوامخواہ ہر وقت ننھی منی بنی رہے۔ بیس سے اوپر کی ہو کر بھی چُنّی کاکی بن کر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرے۔ پڑھائی میں جس کا دل نہیں لگے۔ کبھی ہیرو سے جا ٹکرائے تو کبھی گھر کی کسی شی سے۔ معصوم بے چاری کو نظر بھی کم آتا ہو۔ ہر کام میں پیچھے رہنے والی پھوہڑ، مگر ناچ گانے میں سب سے آگے۔ کبھی کسی کو ستا رہی ہے تو کبھی کسی کے ساتھ چھیڑ خانی...“ تانیہ نے کہا تو ثمن کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”یہ ہی تو مزاح ہے آپی! یہ سب چٹ پٹا سا پڑھنے میں مزہ آتا ہے۔“

”مگر کیوں؟“

”دیکھیں آپی دنیا میں کتنے مسئلے مسائل ہیں، دکھ اور تکالیف ہیں۔ کچھ دیر کے لیے ہی سہی کہانیوں میں ہم کسی اور جہان میں چلے جاتے ہیں، ہنستے ہیں اور وقت اچھا کٹ جاتا ہے۔“

تانیہ نے پریشانی سے خود سے دو برس چھوٹی بہن کو دیکھا۔ اس نے مر مر کر بی اے کیا اور آگے پڑھنے سے صاف انکار کر دیا، یہ کہہ کر کہ اگلے گھر جا کر کرنی تو چولہا ہانڈی ہے ناں۔ نامحسوس طور پر ثمن خود کو کسی رومانوی کہانی کی ہیروئین سمجھتے ہوئے کسی ہیرو کے انتظار میں تھی اور یہ بات تانیہ کو تشویش میں مبتلا کر گئی۔ امی نے ملنے جلنے والوں کو ثمن کے رشتے کے لیے کہہ دیا تھا۔

”ارے بہن بڑی کے ہوتے ہوئے پہلے چھوٹی کی شادی کرو گی؟“ بہت سوں نے سوال اٹھایا۔

”اس میں کوئی دِقّت تو نہیں۔ بڑی یونی ورسٹی میں پڑھ رہی ہے۔ نوکری بھی کرنا چاہتی ہے، جب اس کا وقت آیا ان شاء اللہ اس کی شادی بھی ہو جائے گی۔“ انھوں نے سبھی زبانوں پر اپنے دلائل سے قفل لگا دیے تھے۔

کچھ ماہ قبل جس روز رشتے والی ثمن کے لیے پہلا رشتہ لے کر آئی وہ دن ثمن کے لیے عید کا روز تھا۔ اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ نئے نویلے ارمان، سہانی اور اپنی من مرضی کی زندگی گزارنے کے کئی خواب اس نے آنکھوں میں سجا لیے جو رشتے کی تفصیل سنتے ہی کرچی کرچی ہو گئے۔ قبول صورت، عام سا بی اے پاس، معمولی نوکری کرنے والا لڑکا... گھر اپنا تھا اور اچھا خاندان بھی۔ ثمن کے گمان میں تو کوئی امیر کبیر، اونچا لمبا گھبرو جوان تھا جس کی گھنی مونچھیں ہوں اور وہ اِسے دیکھ کر زیرِ لب مسکراتا رہے، جس کے بڑے سے محل نما بنگلے میں وہ تتلی بن کر اُڑتی رہے۔

”ہونہہ یہ ہے رشتہ کوئی ضرورت نہیں امی ان لوگوں کو گھر بلانے کی۔“ اُس نے منہ پھلا لیا تھا۔

اس طرح بعد میں بھی کئی رشتے آتے رہے۔ کبھی ثمن لوگوں کو پسند نہ آتی تو کبھی ثمن کو لڑکا اور اس کے گھر والے۔

ثمن کے خواب ایک ایک کر کے ٹوٹتے رہے اور ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں اُس کی آنکھوں کو لہو رنگ کرتی رہیں۔

آج کل پھر گھر میں اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی اور پھر سے ثمن کا موڈ بگڑ چکا تھا۔

”ثمو! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں امی کو ستاتی رہتی ہو؟“

وہ جو پہلے ہی بھری پڑی تھی بڑی بہن کی بات سنتے ہی پھپھک کر رو دی۔ تانیہ اس کی آنکھوں سے جاری برسات دیکھ کر وہ بوکھلا گئی۔

”کیا ہو گیا ہے؟“ اُسے گلے سے لگاتے ہوئے تانیہ نے دلاسا دیا۔

”میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرے ساتھ ایسے ہو گا۔ کہانیوں اور افسانوں میں تو...“ جملے کے آخری الفاظ سن کر تانیہ کو جھٹکا لگا۔ ”تو؟“

”اتنی نکّمی اور پھوہڑ لڑکیاں ہوتی ہیں اور انھیں کتنے شان دار مرد ملتے ہیں۔ محبت کرنے والے، پلکوں پر بٹھانے والے، جان نثار کرنے اور آگے پیچھے پھرنے والے...“ ثمن کے الفاظ نہیں کوئی نشتر تھے جو اسے چبھے۔ تانیہ نے بے ساختہ اپنی بے وقوف بہن کو گلے لگا لیا۔

”اچھا تو تم نے اس لیے پڑھائی جاری نہیں رکھی کہ تمہیں جلد از جلد کوئی شہزادہ مل سکے؟“ اس کے پوچھنے پر ثمن نے چہرہ جھکا لیا۔

”اچھا، تمہارے نزدیک شادی کیا ہے؟“

”آزادی، بے فکر ہو کر باہر گھومنا پھرنا، زندگی انجوائے کرنا، اچھے لباس پہننا۔۔۔“

”گھر سنبھالنا، شوہر اور سسرال والوں کو خوش رکھنا، ان کی ذمہ داری اٹھانا ان سب کا کیا؟“ تانیہ نے ابرو اچکائے۔

ثمن بے ساختہ مسکرا دی ”رومانوی کہانیوں میں تو ایسا نہیں ہوتا۔“

”دیکھو ثمو! تم میری بہت پیاری بہن ہو۔ اصل زندگی اور افسانوی دنیا میں بہت فرق ہوتا ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ سبھی ارمان تمہارے ہیں؟ جس کے ساتھ تم رخصت ہو گی، جن کے گھر تم جاؤ گی اُن کے کوئی ارمان نہیں؟“

”کیا مطلب آپی؟“

”میں تمہیں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم اپنی پسند کی کہانیاں اور افسانے نہ پڑھا کرو، میں بس تمہیں اتنا سمجھانا چاہتی ہوں کہ ان افسانوں میں نہیں حقیقی زندگی میں جیو، اپنی آنکھیں کھولو، تمہیں بہت غصہ آتا ہے مناسب شکل و صورت کے لڑکوں پر، جن کی مناسب سی نوکری اور گھر بار ہو، کیوں کہ وہ تمہارے شہزادے کے تصور سے میل نہیں کھاتے، مگر میری بہن یہ بھی تو سوچو کہ ایسے رشتے بے جوڑ تو نہیں... اچھے گھرانوں کے زیادہ پڑھے لکھے، اچھی نوکریاں اور بزنس کرنے والے لڑکے چاہتے ہیں کہ اُن کی جس لڑکی سے شادی ہو وہ تعلیم یافتہ، سمجھ دار اور باشعور ہو، جو بس ناز نخرے نہ دکھائے بل کہ زندگی کی اونچ نیچ میں اُن کے ساتھ کھڑی ہو اور مشکل پڑنے پر معاشی طور پر ان کا بوجھ ہلکا کر سکے۔۔۔ تو یہ سب چاہنا اُن کا حق ہے۔ لڑکیاں بھی تو یہ چاہتی ہیں ناں کہ اُن کے جوڑ کے رشتے ہوں تو پھر لڑکے ایسا کیوں نہیں چاہ سکتے؟“

تانیہ نے وقفہ لیا اور ثمن کے تاثرات جانچے۔

”افسوس کہ تم نے زندگی کی حقیقت سے نظریں چرا کر خود کو افسانوی و رومانوی زندگی کا حصہ سمجھ لیا۔ یہ زمانہ اور ہے۔ ہمیں اب گھسی پٹی کہانیاں اور ان کے انجام بدلنے چاہییے۔ ثمن تمہیں نہیں لگتا کہ ہمیں اور سبھی بچیوں کو جذباتی اور اعصابی طور پر مضبوط بننا چاہیے۔ اتنی جرات دکھانی چاہیے کہ شہزادے کے انتظار میں بال لٹکائے بالکونی میں سراپا انتظار بننے کے بجائے ہم بلا تامل یہ فیصلہ کر سکیں کہ انھی لمبے بالوں کو رسی کی مانند استعمال کر کے اپنے بل بوتے پر خود ساختہ قید سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ خود کو ثابت کرنا ہے۔ کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا؟“

ثمن دم سادھے اسے سنتی رہی۔ اُسے سوچ میں ڈوبا چھوڑ کر تانیہ باورچی خانے میں چلی آئی۔ رات کے کھانے کی روٹیاں بنانا اس کی ذمے داری تھی۔

❖

اگلے چند روز خاموشی سے گزر گئے۔ امی نے بھی چپ سادھ لی اور ثمن نے بھی۔ اس روز تانیہ اپنی الماری میں کپڑوں کی ترتیب درست کر رہی تھی جب ثمن نے اسے دھیرے سے پکارا: ”آپی“

”ہم م م“

”مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔۔۔“

”کہو سن رہی ہوں۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے اپنی تعلیم کا سلسلہ نہیں روکنا چاہیے تھا۔“

اس کی بات سنتے ہی تانیہ پلٹی اور خوش ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔

”اور یہ خیال کیسے آیا؟ اوہ رکو کہیں اس لیے تو نہیں کہ پڑھ لکھ کر پھر زیادہ تعلیم یافتہ اور معاشی طور پر مضبوط شہزادے کے خواب دیکھ سکو؟“ تانیہ نے اسے چھیڑا۔ مارے کھسیاہٹ کے ثمن نے سر جھکا لیا۔

”نہیں آپی! میں نے پہلے ہی فضول باتوں میں وقت ضایع کر دیا۔ امی ٹھیک کہتی ہیں، جب بیٹیوں کا وقت آتا ہے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ تعلیم صرف ڈگری نہیں بل کہ عقل و شعور اور زندگی ڈھنگ سے گزارنے کا سلیقہ بھی دیتی ہے۔ یہ واقعی وہ زمانہ نہیں جب لڑکیاں شہزادوں کے خوابوں میں زندگی گزار دیں۔ ہم میں اپنی پہچان بنانے اور خود کو منوانے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ جیسے ہی داخلے کھلے میں یونیورسٹی میں داخلے کے لیے فارم جمع کروا دوں گی۔“

تانیہ نے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔ یہ تو بس شروعات تھی۔ وہ اپنے حصے کا چراغ روشن کر چکی تھی۔ پڑھی لکھی، باشعور اور زندگی گزارنے کا سلیقہ رکھنے والی با کردار لڑکیاں ہی نئی نسل کی اچھی تربیت کی ذمہ داری بہ خوبی نبھا سکتی ہیں، انھیں اچھا انسان بنا سکتی ہیں۔ اپنی اولاد کو ایسے خواب وراثت میں دے سکتی ہیں جنھیں وہ اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر پورے کر سکیں۔

”کیا آپ اتنا مضبوط بنیں گی، تاکہ اپنی آنے والی نسل سنوار سکیں، ان کی بہترین تربیت کر سکیں؟“

صبر و شکر

خنساء محمود

وہ کرسی پر بیٹھ کر دور کھڑے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی، اس سے بچے ہمیشہ سے اچھے لگتے تھے اور بچے کس کو اچھے نہیں لگتے؟

اتنے میں اسے عقب سے آواز سنائی دی: ”السلام علیکم۔۔۔بیٹا!“

”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آیئے آنٹی بیٹھیے۔“

”جی کیا حال ہے؟“ آنٹی نے پوچھا۔

”الحمد للہ خیریت۔۔۔مالک کا کرم ہے۔“ عائشہ نے جواب دیا۔

”آپ سنائیں آنٹی، آپ ٹھیک ہیں؟“

”بیٹا! میں بالکل ٹھیک ہوں الحمد للہ۔۔۔ تمہاری ساس سے ابھی ملی اس کمرے میں، انہی سے پتا چلا کہ تم بھی آئی ہوئی ہو۔ کس کونے میں چھپ کر بیٹھی ہوئی تھی، صبح سے نظر نہیں آئی؟ وہ تو میں ایان کو ڈھونڈ رہی تھی (کھانا کھا کر پتا نہیں کدھر غائب ہو گیا ہے) تو اِدھر تم پر نظر پڑی۔“ آنٹی نان سٹاپ بولنا شروع ہوئیں۔

وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ اس کو خاموش پا کر آنٹی دوبارہ شروع ہوئیں اور سناؤ: میاں کیسا ہے، دکان پہ جاتا ہے؟ آنٹی نے آفس کو دکان کہا۔

”الحمد للہ بلکل ٹھیک ہیں اور دکان پہ بھی جاتا ہے۔“ سوال کے مطابق جواب دیا۔

جس سوال سے وہ گھبرا رہی تھی، آنٹی نے وہی سوال کیا، بیٹا! کوئی اُمید نہیں ہے؟

”نہیں آنٹی۔“ عائشہ نے جواب دیا۔

”بیٹا! شادی کو کافی عرصہ ہوا ہے، کوئی علاج، دم شم نہیں کروایا؟“

”کیوں نہیں آنٹی جی، علاج تو بہت کروایا ہے، وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا۔“ عائشہ نے جواب دیا۔

”بس بیٹا! علاج وغیرہ نہیں چھوڑنا، دنیا کے جس کونے میں جانا پڑے چلی جانا، لیکن علاج نہیں چھوڑنا۔ دودھ نہ دینے والے جانوروں کو بھی کوئی نہیں پالتا، کبھی نہ کبھی تو تمہارے گھر والے بھی کہہ دیں گے، گھر والوں کو تو چھوڑیں خود تمہارے میاں بھی زیادہ دیر انتظار نہیں کریں گے، کیوں کہ وہ مرد ہے وہ تو چاہتا ہو گا کہ میرا کوئی وارث ہو۔“

”عائشہ کے دل کی دھڑکن بڑھنے لگی گی، وہ صرف ”جی“ کہہ سکی۔“

آنٹی ادھر ادھر کی چند باتیں کرنے کے بعد اس کے دل پر نشتر چلا کے چل دیں۔

❖

رات کا آخری پہر تھا، نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، وہ وضو کر کے اس رب کے حضور مصلے پہ کھڑی ہوئی، جو مانگنے پر بھی عطا کرتا ہے اور بِن مانگے بھی عطا کرتا ہے، زیادہ مانگے تو بھی عطا کرتا ہے، کم مانگے تو بھی عطا کرتا ہے، دَین میں کمی نہیں ہے بلکہ ہمارے مانگنے میں کمی ہے۔ وہ گزشتہ کئی سالوں سے مانگ رہی تھی، لیکن وہ کبھی مایوس نہیں ہوئی، جب کبھی اس کے دل کو ٹھیس پہنچی، اس کے مانگنے میں شدّت آئی کمی نہیں۔

آج بھی اس کے دل کو سخت ٹھیس پہنچی تھی۔ رو رو کر تو وہ پہلے ہی ہلکان ہو چکی تھی اور اب بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے تھے۔ ہر بار کی طرح خوب گڑگڑا کر دعا مانگی: اے میرے رب! مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے اولاد دے گا، لیکن کب یہ نہیں معلوم۔ مولا! میری خالی جھولی بھر دے۔ میں دنیا والوں کے طعنے سن سن کے تنگ آ چکی ہوں، اندر سے ٹوٹ چکی ہوں مولا! میں ان کی باتیں اور نہیں سہہ سکتی، مولا! تو تو ستر ماؤں سے زیادہ مجھ سے پیار کرتا ہے، اے میرے رب! یہ آزمائش ختم کر دے۔

اپنے رب سے بہت سے شکوے کیے، بہت سی شکایتیں کی اور یہ روز کا معمول بن چکا تھا۔

ٹھیک چار سال بعد وہ ڈاکٹر کے کچھ کہنے کی منتظر تھی، اللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْتَلُكَ فُجَاءَتَ الْخَيْرِ وہ صبح سے اس دعا کا ورد کر رہی تھی، آپ ﷺ کو جب کسی خبر کا انتظار ہوتا تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

ڈاکٹر اس کی رپورٹس دیکھ کر مسکرائیں۔

”بیٹا مبارک ہو۔۔۔اللہ نے آپ پر مہربانی کر دی، آپ کے گھر جلد ہی رحمت آنے والی ہے۔“

وہ صرف اتنا سن سکی اور ڈاکٹر نے کیا کہا؟ وہ کیسے وہاں سے نکلی؟ کچھ یاد نہیں تھا، یاد تھا تو صرف یہ کہ جس ذات نے یہ خوشی عطا کی ہے، اس کا شکر ادا کروں، کسی کو بھی بتانے سے پہلے ہسپتال میں جائے نماز ڈھونڈ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔

مصیبت اور آزمائش میں ادا کئے گئے سجدے سے سجدۂ شکر کی ایک الگ سی کیفیت تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ صبر کرنا آسان ہے، شکر کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے صبر اور شکر دونوں آسان بنا دیے تھے۔

واقعی آزمائش جتنی سخت ہوتی ہے، اس کا بدلہ ہی اتنا بڑا ملتا ہے۔ آج سولہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا بدلہ عطا فرما دیا تھا۔

حصہ دوم

بہارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر الماس روحی

ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمیشہ سچ بولتے اور آپ ﷺ لوگوں کی امانتوں کے امین تھے۔اس وجہ سے اہلِ مکہ آپ ﷺ کو ”صادق“اور”امین“ کہہ کر پکارتے جو آپ ﷺ سے ایک بار ملتا وہ آپ ﷺ کی گفتگو اور شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

آپ ﷺ نے شام جانے کا سفر دوسری مرتبہ مکہ کی امیر ترین خاتون حضرت خدیجہؓ کے خادم میسرہ کے ساتھ کیا۔ جب آپ ﷺ نے ایک درخت کے سائے میں قیام فرمایا تو ایک راہب نے اُس سے کہا: یہ ہوں نہ ہوں، پیغمبر ہیں کیوں کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے کسی نے قیام نہیں کیا۔اب غلام میسرہ نے بھی دیکھا، جب سخت گرمی ہوتی تو آسمان سے فرشتے نازل ہوتے جو آپ ﷺ پر سایہ کرتے۔ میسرہ نے سفر کے دوران آپ ﷺ کی صداقت اور امانت داری دیکھی اور حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق کی تعریف کی، یوں حضرت خدیجہؓ کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا۔اس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک 25سال تھی۔

آپ ﷺ عہد کو پورا کرتے، آپ ﷺ کی نرم دلی سے سب متاثر تھے۔ آپ ﷺ سنجیدہ اور بردبار تھے۔آپ ﷺ چلتے تو زمین پر نظر رکھتے۔آپ ﷺ میں عاجزی اور انکساری تھی۔آپ ﷺ غارِ حرا جاتے اور دن رات عبادت کرتے۔ حضرت خدیجہؓ کٹھن دشوار گزار رستوں سے گزر کر کھانا آپ ﷺ تک پہنچاتیں، جس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک 40سال کی ہوئی تو اللہ پاک نے آپ ﷺ کو نبوت بخشی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام غارِ حرا میں آئے اور کہا کہ اقراء یعنی پڑھو۔آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ گھر پہنچے سارا ماجرا حضرت خدیجہؓ کو سنایا۔آپؓ فوراً ایمان لے آئیں۔آپ ﷺ کی سچائی کو سب جانتے تھے۔آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

لوگ آپ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات پر انھیں یقین تھا۔

آپ ﷺ اپنے لیے کبھی کسی پر غصہ نہ فرماتے اور حقوق اللہ میں سے کسی حق کو ضایع نہ ہونے دیتے۔ 51سال کی عمر میں آپ ﷺ کو معراج نصیب ہوئی۔

آپ ﷺ نے تمام پیغمبروں سے بیت المقدس میں ملاقات کی اور نماز میں امامت کی، براق پر سوار ہو کر آپ ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے اور اپنے رب سے ہم کلام ہوئے۔اسی موقع پر آپ ﷺ کی اُمت کو پانچ نمازوں کا تحفہ ملا۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ۵۳ سال کی عمرِ مبارک میں اللہ کے حکم سے مکہ چھوڑا۔ کافر ہمارے نبی ﷺ کی جان کے دشمن بن گئے۔آپ ﷺ نے انہی لوگوں کی امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں اور اپنے رفیق حضرت ابو بکرؓ کے ہم راہ روانہ ہوئے اور غارِ ثور میں قیام فرمایا۔کافر تعاقب کرتے غار تک پہنچے، لیکن اللہ کے حکم سے وہاں مکڑی نے جالا بُن دیا اور کبوتری نے انڈے دے دیے۔

آپ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو یہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کا جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا اور یوں مدینے میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

حضور ﷺ نے انصار کو مہاجر کا بھائی بنادیا اور یوں مدینے میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہو گئی۔ تمام صحابہ کرامؓ ان کے ارد گرد جمع رہتے اور جب آپ ﷺ فرماتے تو غور سے سنتے اور اگر کسی کام کا حکم کرتے تو سب لپکتے۔ملاقات کے وقت آپ ﷺ سلام میں ابتدا فرماتے، جب گھر سے باہر جاتے کنگھے وغیرہ سے زینت فرماتے۔ تمام صحابہ کرامؓ کی خبر رکھتے اور ان کو پوچھتے رہتے۔اگر کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کے لیے جاتے اور اگر کوئی سفر میں گیا ہوتا تو اس کے لیے دعا فرماتے۔

حضرت محمد ﷺ نے خدّام کا ہمیشہ خیال رکھا۔آپ ﷺ کے پاس غلام، کنیزیں سبھی تھے۔ کھانے پینے میں اور روّیے میں کبھی آپ ﷺ نے فرق نہیں کیا۔ ہمیشہ دوسروں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے اور لوگوں کی مزاج پرسی کرتے رہتے، اس روز ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر روز ستر دفعہ۔

یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت مبارک ہے جو شخص کسی دوسرے کی غلطی کو معاف کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر اپنا عفو و کرم کرتا ہے۔

مشکل الفاظ	معنی	مشکل الفاظ	معنی
صادق	سچ بولنے والا	براق	سواری
امین	امانت رکھنے والا	رفیق	ساتھی
ریاست	ملک	عفو	در گزر
بھائی چارگی	اخوت	روّیے	سلوک
مہاجر	ہجرت کرنے والے	کٹھن اور دشوار	مشکل
خدام	خدمت کرنے والے (ملازم)		
انصار	مدینے میں رہنے والے		

فیرولینڈ

تیسری قسط

احمد رضا انصاری

"میں نے نہیں جانا ابا! تو نہ جمع کرنا میرے لیے پیسے، رہن دے بس۔۔۔" وہ اپنے کمرے میں بھاگ آیا تھا۔

غریب صرف خواب دیکھ سکتا ہے اور خواب دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے۔۔۔ زمینی حقائق کو بھول کر وہ تصوراتی دنیا میں اپنی خواہشات پوری ہوتا دیکھتا ہے۔

بائیسویں صدی میں بھی غربت کا آسیب انسانوں کے کاندھوں پر سوار تھا۔ امیر امیر تر اور غریب طبقہ غریب تر تھا۔ یہ شاید قدرت کا انمٹ سیاہی سے لکھا قانون تھا جو قیامت تک ابنِ آدم پر لاگو رہنا تھا۔۔۔

اور پھر ایک روز ابو اسے الوداع کہہ کر اپنے دوست کے پاس، فیرولینڈ چلا گئے، دو ہفتے کے لیے۔۔۔ زاہد بظاہر اپنے ابو کی خوشی میں خوش تھا، لیکن اندر سے اداسی اسے مارے جا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ جادو سے چھوٹا سا ہو کر ابو کے بیگ میں گھس جائے اور ان کے ساتھ ہی خلائی جہاز میں بیٹھ کر زمین کے مدار سے نکل جائے۔

ایک دو دن گزرے تو زاہد کا دکھ کم ہوتا چلا گیا۔ دن بھر وہ ماں کے ساتھ کام کرواتا، کھیتوں پر چکر لگاتا، جہاں اس کا ابا عارضی طور پر ایک ملازم کھڑا کر گیا تھا۔ جانوروں کے لیے گھاس کاٹ کر لاتا اور باقی وقت اپنے اسکول کا کام کرتا۔

اتنے بہت سے کاموں کے باوجود دن ختم نہ ہوتا تھا۔ زاہد نے ایک دن صندوق سے اپنا پینٹنگ کا سامان نکالا اور کھیتوں میں چلا آیا۔ وہاں کینوس سیٹ کر کے اس نے غروبِ آفتاب کا منظر پینٹ کرنا شروع کیا۔ پینٹنگ کا شوق اسے بچپن سے ہی تھا، لیکن پڑھائی اور دیگر کاموں کی وجہ سے وہ اپنے شوق کو وقت نہیں دے پاتا تھا۔ آج کئی ہفتوں بعد اس کی انگلیوں نے رنگین برش کو پکڑا تھا۔۔۔

اگلے چھ دن تک وہ روز مقررہ وقت اپنے کھیت میں آ جاتا اور تصویر مکمل کرتا، اس سارے کام کی وہ اپنے کیمرے سے برابر وڈیو بھی بناتا جا رہا تھا۔۔۔

آخر تصویر مکمل ہوئی۔ وہ بہت خوب صورت بنی تھی۔ منظر بالکل حقیقی لگ رہا تھا۔۔۔

زاہد نے ایک صبح وڈیو کو ایڈیٹ کیا اور فالتو حصے نکال کر اسے اپنی فیس بک آئی ڈی پر شئیر کر دیا۔۔۔

اس کام کے بعد وہ موبائل رکھ کر کھیت میں چلا گیا اور رات تک وہیں رہا تھا۔

جب وہ لوٹا تو اماں نے اس کا موبائل اٹھایا ہوا تھا جو مستقل بجے جا رہا تھا۔

"زاہد بیٹے! صبح سے کالز پہ کالز آ رہی ہیں تمہارے موبائل پر، میں تو تھک گئی موبائل اٹھا اٹھا کر۔ تم ذرا دیکھو کون لوگ ہیں۔"

زاہد تھک چکا تھا۔ اس نے بے زاری سے اسکرین پر نظر ڈالی۔

اس کے ہم جماعت ہادی، اسجد اور شازین کی درجنوں کالز آ چکی تھیں۔ زاہد کے ماتھے پر حیرانی سے سلوٹیں سی پڑ گئیں۔

"پتہ نہیں کیا ہوا انھیں۔ اتنی کالیں۔۔؟" وہ بڑبڑایا۔

"کھانا کھا لو پتر!" امی جان اتنے میں کھانے کی ٹرے اٹھا لائیں۔۔۔

موبائل رکھ کر زاہد غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ ہادی اور دوسروں سے بات چیت اس نے کل پر اٹھا رکھی تھی۔ تھکن کی وجہ سے بہت نیند آ رہی تھی۔ کھانے کے بعد وہ جلدی سو گیا تھا۔

زاہد فجر پڑھ کر اپنے لان میں چہل قدمی کر رہا تھا، تبھی اس کا موبائل تھرتھرا اٹھا۔

"السلام علیکم" جانا پہچانا نمبر دیکھ کر وہ شگفتہ انداز میں بولا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہو زاہد! کل سے لاپتہ ہو۔ خیریت تو ہے نا؟" ہادی کی آواز سپیکر سے ابھری۔

"ہاں یار سب ٹھیک ہے۔ کل کھیت پر کام کرتا رہا اور موبائل گھر ہی رکھ گیا تھا۔ واپس آ کر جلدی سو گیا اسی لیے جوابی میسج نہ کر سکا تمہیں۔ معذرت خواہ ہوں!" زاہد نے وجہ بتائی۔

"اچھا سنو۔۔ فیس بک چیک کی تم نے؟" ہادی نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں، کیوں کیا ہوا۔۔؟ زاہد اس کے لہجے پر چونکا۔

"ارے دیکھو تو سہی۔۔ تبھی تو ہم تینوں دوست تمہیں کال پہ کال کرتے رہے۔" ہادی معنی خیز انداز میں ہنسا۔

"تم خود ہی منہ سے کچھ پھوٹ دو۔ ایویں صبح صبح ڈرامے شروع کر دیے۔" اس کے سسپنس پھیلانے والی عادت سے زاہد سخت چڑتا تھا۔

"یار! تمہاری اس مصوری والی وڈیو کو پورے دس کروڑ لوگ دیکھ چکے ہیں اور بھی کچھ ہی گھنٹوں میں، پچاس لاکھ لائیکس اور تیس لاکھ لوگوں نے اسے شئیر کیا ہے۔" ہادی تحیر زدہ لہجے میں بولتا گیا۔

"کک۔ کیا کہہ رہے ہو، مذاق تو نہیں کر رہے؟" زاہد حیرانی سے ہکلا گیا۔

"سچ بول رہا ہوں یار! ایک بار اپنی آئی ڈی چیک کرو ذرا۔" ہادی ہنسا۔

"تم مشہور ہو چکے ہو زاہد! ہزاروں لاکھوں لوگ تمہیں سراہا رہے ہیں اور مجھے اُمید ہے ہزاروں ہی میسجز تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

زاہد نے کال کاٹ کر جھٹ سے موبائل کو گھر کے وائی فائی سے منسلک کیا۔

جیسے ہی نیٹ آن ہوا، نوٹیفیکیشن کی لمبی چوڑی قطار لگ گئی۔ پورے پانچ منٹ تک زاہد بیٹھا بس موبائل پر آتے پیغامات اور دوسری اطلاعات کو دیکھتا رہا۔ موبائل کی اطلاعی ٹون بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا اور زاہد خوشی کے مارے گنگ سا بیٹھا یہ تماشہ دیکھتا رہا۔

ہادی سچ کہہ رہا تھا، زاہد کا انبکس ہزاروں پیغامات سے لبالب بھر چکا تھا، جنہیں کھول کر پڑھنے میں ہفتہ تو لگ جانا تھا۔

آبادی والے سیاروں کے درمیان ایک خصوصی نیٹ ورک قائم تھا۔ زاہد کے پاس زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں سے بھی پیغامات آئے ہوئے تھے۔ وہ فیس بک کھول کر دیکھنے لگا بہت سی جگہ اس کی وڈیو چل رہی تھی۔

جدید دور میں ہاتھ سے مصوری کرنے والے لوگ خال خال ہی نظر آتے تھے اور زاہد ان میں سے ایک بن چکا تھا۔ وہ خوشی سے چمکتی آنکھوں سے لوگوں کے تبصرے پڑھنے لگا۔

ایک جگہ وہ اٹکا۔۔۔ کسی نے اسے ویسی ہی تصویر بنانے کو کہا تھا اور معاوضہ منہ مانگا!!!

جوں جوں زاہد تبصرے پڑھتا گیا، حیران ہوتا گیا۔ لوگ اس سے منہ مانگے دام دے کر تصاویر بنوانا چاہتے تھے۔۔۔

بہت سے لوگ یہی تصویر خریدنے کا لکھ چکے تھے۔ اس دن زاہد موبائل لیے بیٹھا رہا تھا۔ میسجز میں بھی تصاویر کے آرڈرز ہی آئے تھے زیادہ تر۔۔۔

(جاری ہے)

"ارحم ارحم!!! بات سنو۔" عفان نے نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہی ارحم کو پکارا۔

"السلام علیکم، کیا حال ہے دوست؟" ارحم نے محبت سے جواب دیا۔

"الحمد للہ! بس ایک پریشانی ہے۔" عفان بولا۔

"ارے کہو! ہو سکتا ہے میں مدد کر سکوں۔" ارحم نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"وہ کل میرا ریاضی کا پرچہ ہے اور میرا جیومیٹری باکس کہیں گم ہو گیا ہے، مہینے کا آخر چل رہا ہے، اس لیے امی سے پیسے مانگنا بھی مناسب نہیں لگ رہا۔" عفان نے تفصیل سے اپنا مدّعا پیش کیا۔

اوہ، اتنی سی بات! دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں ایک دن کے لیے جیومیٹری باکس دے دیتا ہوں۔" ارحم فراخ دلی سے بولا۔

"واقعی! دوست ہو تو تمہارے جیسا۔" عفان نے تعریفی انداز میں کہا۔

"مگر!!!" ارحم نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"مگر کیا؟" عفان الجھن بھرے انداز سے بولا۔

"مگر یہ کہ کل شام تک مجھے لوٹا دینا، کیوں کہ پرسوں میرا ریاضی کا پرچہ ہے۔" ارحم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل بالکل!! تم بے فکر رہو۔ میں کل دوپہر میں اسکول سے آتے ہی واپس کر جاؤں گا۔ ویسے بھی کل آخری پرچہ ہے، پھر کوئی فکر نہیں ہو گی۔" عفان نے وعدہ کیا۔

ارحم نے بے فکر ہو کر اپنا جیومیٹری باکس اسے پکڑا دیا۔

اگلے دن دوپہر سے شام ہو گئی، عفان کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ ارحم بے چینی سے اس کا انتظار کرتا رہا۔ عصر کی نماز میں مسجد میں بھی دیکھا کہ عفان سے ملاقات ہو جائے تو جیومیٹری باکس منگوا لے، مگر عفان تو ایسے غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ آخر چار و ناچار ارحم کو عفان کے گھر جانے کا سوچنا پڑا۔ عفان کا گھر مسجد سے تھوڑا دور تھا اور ارحم کو اپنے پرچے کی تیاری کی بھی فکر تھی، لیکن مجبوری تھی۔ امی کو بتا کر وہ عفان کے گھر کی طرف روانہ ہوا، مگر یہ کیا!!!

عفان کے گھر کے دروازے پر بڑا سا تالا لگا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ پڑوس میں معلوم کرنے پر پتا چلا کہ عفان اپنی امی کے ساتھ دو دن کے لیے نانی امی کے گھر جا چکا ہے۔

ارحم دوستی نبھانے کی اس گھڑی پر پچھتاتا ہوا واپس گھر لوٹا، عفان کے گھر کا نمبر ملایا وہ بھی نہیں مل رہا تھا۔ اب وہ عفان کی لاپرواہی اور وعدہ خلافی کو کوس رہا تھا۔

امی نے ارحم کا اترا چہرہ دیکھا تو اسے تسلی دی اور پھر آپ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی علامتیں تین ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔" صحیح بخاری

پھر انھوں نے اپنی جمع پونجی میں سے پیسے نکال کر ارحم کو دیے کہ نیا جیومیٹری باکس خرید لائے، کیوں کہ مہینے کے اختتام پر ان کے گھر کے حالات بھی عفان کے گھر سے مختلف نہ ہوتے تھے اور اسے تو ضرورت بھی نہیں تھی لینے کی، اس نے تو ترس کھا کر دوستی نبھائی، لیکن یہاں تو لینے کے دینے پڑ گئے۔

دوستو! کہیں آپ کے اندر بھی یہ برائی تو نہیں؟ ذرا جائزہ لیجیے!!!

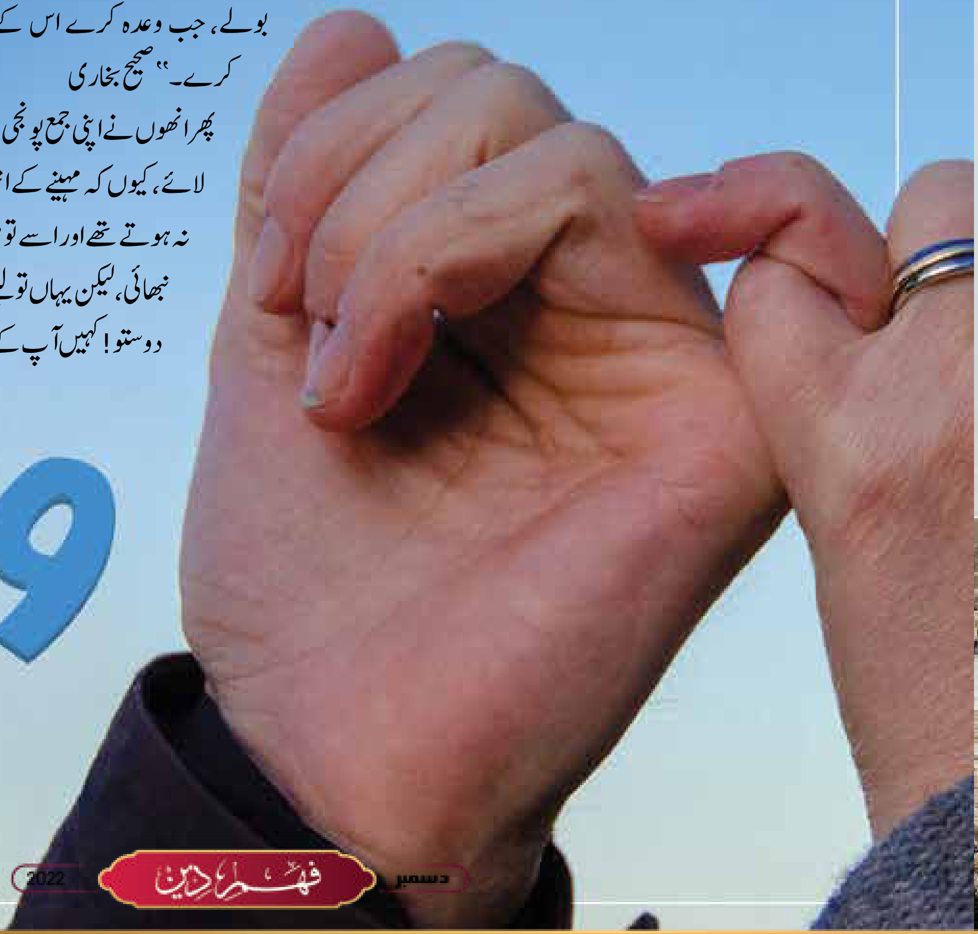

وعدہ

اہلیہ محمد فیصل

ایک درباری کہانی

افنان بخاری

"فرمان عالی شان سنایا جائے۔" بادشاہ نے حکم دیا تو۔۔۔ سدا سے ہنسی روکنے میں کم زور شعیب کی ہنسی نکل گئی۔

"گستاخ! آدابِ شاہی سے ناواقف ہو؟" بادشاہ نے اُسے ڈانٹ پلائی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھ کر دال میں کالا محسوس ہوا۔

پنکھا جھلتے احسن نے کان میں سرگوشی کی تو بادشاہ نے دوبارہ حکم سنایا۔۔۔

میں فرمانِ عالی شان سناتا ہوں کہ۔۔۔ قیدیوں کو نمبروار حاضر کیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد سپاہیانہ لباس میں ملبوس عمر اور عثمان نے ارشاد کو رسیوں سے باندھ کر بادشاہ سلامت کی طرف لڑھکا دیا۔

ارشد کو نہ جانے کیا سوجھی اُس نے تیزی سے بادشاہ سلامت کی طرف لڑھکنا شروع کر دیا۔

بادشاہ سلامت اس غیر متوقع اُفتاد پر اُچھل پڑے، جس سے بستروں سے بنی مَسند خراب ہو گئی۔

کل سے اسے بادشاہ نہیں بنائیں گے، یہ تو نرا ڈرپوک ہے۔ وزیرِ خاص شعیب محنتوں سے بنی مَسند کے خراب ہونے پر پھٹ پڑا۔ نہیں۔۔۔ غلطی تو ارشد کی تھی، چلو آیندہ ایسا نہیں کروں گا، جہانگیر بادشاہ نے رونی صورت بنا کر عذر پیش کیا، جسے قبول کر لیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد قیلولے کا کمرہ یعنی بگڑا ہوا دربار ایک بار پھر مرتّب و مزیّن تھا اور جہانگیر بادشاہ اپنی مَسند پر جلوہ افروز اپنے خاص انداز سے کہہ رہے تھے۔۔۔

"جہانگیر بادشاہ غریبوں کا ہم درد، ظالموں کا سر درد اور مجرموں کا "ہر درد" بادشاہ ہے۔۔۔ جرم سنایا جائے۔"

قاضی ایاس سردیوں میں پہنی جانے والی موٹی چادر بطور قبا اپنے کندھے پر ڈال کر صفحہ ہاتھ میں لیے آگے بڑھے۔

"ظلِّ الٰہی سلامت رہیں۔۔۔ اس قیدی نے کچھ دن پہلے ہمارے بھائی جان کو ہمارے قیلولہ نہ کرنے کی شکایت لگائی تھی، جس کی وجہ سے ہم سب بشمولِ بادشاہ سلامت کے سخت نگرانی میں رہے اور دربار نہ لگ سکا۔"

اس نے چوں کہ چغل خوری کی ہے، فیصلہ سناتے وقت بادشاہ سلامت کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"حضور! آپ مسکرا رہے ہیں۔۔۔ مشیرِ خاص ہارون نے تنبیہ کی۔"

"تو ہمیں اس وقت کیا کرنا تھا اے دانا وزیر!" جہانگیر بادشاہ خالص بادشاہی لہجے میں بات کرنے کی کوشش میں تھے۔

"اس وقت آپ کو اپنا چہرہ سرخ کرنا تھا۔" مشیرِ خاص نے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔۔۔!" مسکراہٹ سے غصے کی طرف یوٹرن لیتے وقت اُن کے چہرے پر وہ زاویے بنے کہ اگر سب پیشگی نظریں نیچی نہ کر لیتے تو ہنسی کا طوفان مچ جاتا، پھر بادشاہ نے شاہی حکم سنایا۔

"اس کی سزا یہ ہے کہ دو دن ہمارے ساتھ نہیں کھیلے گا۔"

"حضور انصاف۔۔۔۔!" ارشد نے التجا کی۔

"ہاہا۔۔۔ انصاف چاہیے؟" بادشاہ سلامت ہنسے۔

"عقل مند قاضی! کتنے دن ہم پر سختی رہی؟" اب بادشاہ قاضی سے مخاطب ہوا۔

"حضور عالی مقام! تین دن اور دو راتیں۔۔۔" اُس نے انگلیوں پر گِن کر بتایا۔

"تو یہ حضرت ہمارے ساتھ کھیلنے کے شرف سے تین دن تک محروم رہیں گے۔"

"انا للہ وانا الیہ راجعون" تمام درباریوں نے دُکھ سے پڑھا۔

"اب دوسرے قیدی کو حاضر کیا جائے۔۔۔" بادشاہ نے ہانک لگائی۔

تھوڑی دیر بعد عرفان عرف موٹو میاں، تین دوپٹے جوڑ کر بنائی گئی رسی میں جکڑا ہوا حاضر ہوا۔

بادشاہ سلامت نے کہنا شروع کیا۔۔۔

جہانگیر بادشاہ غریبوں کا ہم درد، ظالموں کا سر درد اور مجرموں کا ہر درد بادشاہ ہے۔ جرم سنایا جائے۔

"جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔۔۔" قاضی نے جھک کر اجازت طلب کی۔

"ارشاد، ارشاد!" بادشاہ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"حضور۔۔۔! "ارشاد ارشاد" شاعر کو کہنا ہے، قاضی کو نہیں۔۔۔" مشیرِ خاص نے ادب ملحوظ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں، اب یاد آگیا" بادشاہ سلامت شرمندگی سے سر کھجلانے لگے۔

"کہو۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" وہ قاضی سے مخاطب ہوئے کَن انکھیوں سے وہ مشیرِ خاص ہارون کو دیکھ رہے تھے کہ اب تو کوئی غلطی نہیں کی۔

"اس قیدی نے اسکول میں آپ کی ناک کٹوا دی۔۔۔" قاضی کا جملہ بادشاہ سلامت نے کاٹ دیا۔

"جھوٹ۔۔۔ کذب۔۔۔ دجل۔۔۔ افترا۔۔۔ بہتان۔۔۔ ہماری ناک مبارک بالکل سلامت ہے۔۔۔ اس پر خراش تک نہیں" بادشاہ نے پیار سے اپنی ناک پر ہاتھ پھیرا۔

دربار کے سپاہی عمر اور عثمان اگر لاٹھی تان کر نہ کھڑے ہوتے تو سب ہنس پڑتے۔ منظر ہی ایسا تھا۔

"آپ کی ناک کاٹنے کا مطلب یہ کہ آپ کی رعایا کا فرد ہوتے ہوئے اس نے سبق یاد نہیں کیا، چوں کہ ٹیوشن بھی آپ ہی سے پڑھتا ہے تو استاد جی نے یہ سوچا کہ آپ بچوں کے ساتھ محنت نہیں کرتے۔" قاضی ایاس نے جرم کی تفصیل سنائی۔

"اچھا۔۔۔!" پھر بادشاہ سلامت غور کرنے لگے کہ ان کے لیے کون سی سزا مناسب رہے گی، حالاں کہ یہ کام قاضی کا تھا۔

تو ان کی سزا یہ ہے کہ تین دن تک تین روٹیوں کی جگہ دو روٹیاں تناول فرمائیں گے۔ انھوں نے غالباً عرفان کی توند کو دیکھتے ہوئے فیصلہ سنایا تھا۔ البتہ ان کے لہجے کا بادشاہی پن ہر کس و ناکس پر جھلک رہا تھا۔

"حضور! نن نن نہیں، نہیں، انصاف نہیں، انصاف نہیں۔" عرفان نے کہنا چاہا، لیکن کچھ یاد آنے پر گھبرا گیا۔

"کیا کہا؟ یہ انصاف نہیں؟" بادشاہ سلامت کی چیخ کچھ زیادہ ہی اونچی ہو گئی۔

"نہیں۔۔ نہیں وہ مجھے ارشد بھائی والا انصاف یاد آگیا تھا۔"

لے جاؤ اسے یہاں سے۔۔۔" بادشاہ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے کے سوراخوں سے نگرانی کرتے اشفاق نے بم پھوڑا۔

"حضور! خطرے کی بو آرہی ہے، بھائی جان۔۔۔۔!!" اس کے گلے سے گھٹی گھٹی سی چیخ برآمد ہوئی۔ یہ سننا تھا کہ کمرے میں کھلبلی مچ گئی۔ خطرے کے پہنچنے سے پہلے پہلے بادشاہ سلامت کی مَسند کے تمام بستر سلیقے سے بچھ گئے اور سب بچے لمبے لیٹ گئے۔ بعض نے تو مصنوعی خراٹے بھی لینے شروع کر دیے۔

بھائی جان نے دروازہ باہر سے کھولا تو خلافِ توقع سب لیٹے نظر آئے۔ پہلے تو اس نے یہ خیال کیا کہ چیخ نما آواز گلی سے آئی ہو گی، لیکن کچھ بچے اپنے آپ کو سوتا ہوا باور کرانے کے لیے اُلٹے لیٹ کر بھی خرّاٹے لے رہے تھے۔ اچانک آفت ٹوٹنے کی وجہ سے یہ بھی بھول گئے کہ خرّاٹے چت لیٹا ہوا شخص لیتا ہے، خیر! یہ بات بھلا بھائی جان سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی۔ سو بھائی جان نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کسے انصاف نہیں ملا تھا؟"

مجھے مجھے، موٹو میاں جھٹ سے اٹھ بیٹھے، شاید وہ ابھی تک تیسری روٹی کے غم میں گھل رہے تھے، اس کی بے صبری طبعیت نے سب کا بھانڈا پھوڑ دیا، مجبوراً سبھی اُٹھ بیٹھے اور لگے موٹو میاں کو گھورنے۔

ہاہاہا۔۔۔ بھائی جان نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"قصہ کیا ہے؟" بھائی جان نے استفسار کیا۔

"قصہ کوتاہ بڑی کہانی ہے۔" یہ احمد تھا، جسے ایک شاعر کا رول ادا کرنا تھا، لیکن بھائی جان کی اچانک بے وقت آمد پر رنگ میں بھنگ پڑ گئی۔

"چلو دوستو! پندرہ منٹ رہ گئے ہیں، اب تو سو جاؤ، تاکہ سنت تو ادا ہو جائے۔" بھائی جان نے انھیں پیار سے کہا۔

"اتنا پیار سے کہو گے تو یہیں کھڑے کھڑے سو جائیں گے۔" شعیب نے کہا تو سب ہنستے ہوئے بستر کی طرف بڑھے۔ بھائی جان جاتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ پیار بھی تو ایک طریقہ ہے بچوں کو رام کرنے کا۔۔۔

منفرد درخت

سمیرا انور

"پیارے قارئین! درخت لگانے سے انسان کو ہمیشہ فائدہ ہی ہوا ہے۔ درخت دھوپ میں سایہ فراہم کرتے ہیں۔ میٹھے پھل اور خوب صورت خوش بو دینے والے درخت کسی نعمت سے کم نہیں، لیکن جب آپ کسی تپش والی جگہ سے گزریں تو سایہ دار درخت دیکھ کر دل کو سکون ملتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر اس کے نیچے بیٹھا جائے۔" سومی نے خوش گواری سے پہاڑی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ سومی کے دونوں دوست گوشو اور لالی بھی ساتھ تھے۔

"سومی! آج آپ بہت خوش دکھائی دے رہی ہیں لگتا ہے کسی خوش نما درخت کا انٹرویو ہے۔" گوشو نے مائیک ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے آج کسی ہنس مکھ درخت کا انٹرویو ہے۔" لالی نے بھی قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل ایسے ہی درخت کا انٹرویو ہے، جس کی گھنی چھاؤں سے دل خوش ہو جاتا ہے۔" سومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ایک درخت ایک انٹرویو

"پیارے پیپل کیسے ہیں آپ؟" سومی ایک چوڑے اور دل کی شکل سے مشابہ پتوں والے درخت کے سامنے کھڑی تھی، جس کی کھال سخت اور خاکستری مائل سفید تھی۔

"الحمد للہ، سومی شہزادی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ اور پہاڑی کے سب مکین کیسے ہیں؟" پیپل نے خوش گوار لہجے میں حال دریافت کیا۔

"ثم الحمد للہ! سب ٹھیک ہیں۔ آج ہم آپ کا انٹرویو کریں گے۔" سومی نے کہا۔

"جی ضرور سومی شہزادی! میرے لیے یہ بہت خوشی کی بات ہے۔" پیپل نے کہا۔

"آپ سے پہلا سوال یہ ہے کہ آپ کی وہ کون سی خصوصیت ہے، جس کی وجہ سے آپ کو منفرد درخت کہا جاتا ہے؟" سومی نے پوچھا۔

"سارے درخت چوں کہ رات کو کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں اور دن کے وقت آکسیجن پیدا کرتے ہیں، لیکن میں چوبیس گھنٹے آکسیجن پیدا کرنے والا درخت ہوں۔ اس لیے لوگ مجھے اپنے گھروں میں زیادہ لگاتے ہیں۔" پیپل نے جواب دیا۔

"درخت کی اونچائی کتنی ہو گی؟" سومی نے اگلا سوال کیا۔

"میری اونچائی قریباً 80 سے 100 فٹ تک ہوتی ہے۔" پیپل نے جواب دیا۔

"تنے کے بارے میں بھی بتایے کہ یہ کتنا اونچا ہوتا ہے؟" سومی نے پوچھا۔

"میرا اتنا 30 فٹ اونچا اور اس کی گولائی 15 سے 20 فٹ ہوتی ہے۔" پیپل نے جواب دیا۔

"پیپل کا درخت پاکستان میں عام پایا جاتا ہے، اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ سنا ہے یہ اپنی جڑ سے لے کر چوٹی تک شفا ہی شفا ہے۔ آج ہم پیپل سے اسی بارے میں بات کریں گے۔" سومی نے کہا۔

"بچوں کی نکسیر بار بار پھوٹے تو اس کی روک تھام کے لیے چھال کا استعمال کیسے کیا جائے؟" سومی نے پوچھا۔

"میری چھال کو کوٹ کر رات بھر پانی میں بھگو کر رکھیں اور صبح نتھرے ہوئے پانی میں چینی ملا کر بچوں کو پلا دیں، نکسیر پھوٹنا بند ہو جائے گی۔" پیپل نے جواب دیا۔

"برسات کے موسم میں پھوڑے پھنسیاں نکل آتے ہیں، ان سے نجات کے لیے پیپل کا استعمال کیسے کریں؟" سومی نے سوال کیا۔

"میرے درخت کا ایک پتا لیں اور گھی میں خوب گرم کر کے ٹھنڈا ہونے دیں۔ نیم گرم ہونے پر پھوڑے کے اوپر رکھ کر باندھ دیں، مواد پک کر نکل جائے گا۔ اگر پھوڑا ابتدائی کیفیت میں ہوا تو اس کی نشوونما رُک جائے گی۔" پیپل نے بتایا۔

"پیٹ کے درد کے لیے بھی پیپل فائدہ مند ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" سومی نے پوچھا۔

"جی بالکل پیٹ کے درد کے لیے میرے درخت کے دو عدد پتے لے کر پیسٹ بنا لیں، پھر اس میں پچاس گرام مونگ پھلی اور گڑ شامل کر کے چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا لیں۔ دن میں تین سے چار بار یہ گولیاں کھائیں۔ پیٹ درد کے لیے یہ بہت مؤثر دوا ہے۔ اس کے علاوہ سردیوں میں پاؤں کی ایڑیوں اور ہاتھوں کی جلد پھٹ جاتی ہے، اِن پر میرے درخت کے پتوں کا رَس ملنے سے جلد نرم و ملائم ہو جائے گی۔" پیپل کے درخت نے تفصیلی بتایا۔

"درخت کے پھل کس شکل کے ہوتے ہیں؟" سومی نے سوال کیا۔

"میرے پھل فالسے کے پھل کے برابر اور اس سے بڑے ہوتے ہیں جو پک جانے پر بینگنی رنگ کے ہو جاتے ہیں۔" پیپل نے جواب دیا۔ "پیارے پیپل آپ کا بہت شکریہ۔ ہمیں آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔" سومی نے یہ کہتے ہوئے اجازت چاہی۔ گوشو اور لالی نے بھی مسکرا کر پیپل کا شکریہ ادا کیا اور پہاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

Saiban FOR ORPHANS BAITUSSALAM

یتیموں کا سائبان بیت السلام

بیت السلام کر رہا ہے یتیم بچوں کی کفالت آپکے تعاون سے آئیں اس نیک کام میں ہمارا ساتھ دیں

ضروریات:
- کرنٹ پاسپورٹ سائز بچوں کی تصویر
- بے فارم
- سی این آئی سی ماں اور باپ کی کاپی
- والد کا ڈیتھ سرٹفیکیٹ
- اسکول مارک شیٹ / اسکول کارڈ

شرائط:
- عمر 12 سال سے کم ہو
- بچہ اسکول کا طالبِ علم ہو

Address:
Baitussalam Imdadi Markaz,Mezzanine Floor,Chapal Beach Arcade III, Clifton Block 4, adjacent to Imtiaz super store and oppositeHyperstar Carrefour super store Karachi.
(For Karachi Residents Only)

+92 333 4632340 +92 021 35290156

شہد کی مکھی

فوزیہ خلیل

بچے ڈرائنگ روم میں کھیل رہے تھے کہ داداجان اندر داخل ہوئے۔

"السلام علیکم دادا جان۔" فارعہ نے زور سے کہا۔ "یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے ؟دادا جان !" فارعہ نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ شہد ہے، شہد۔" انھوں نے جواب دیا۔ بچے غور سے شیشی دیکھنے لگے۔

"شہد کیا بہت طاقتور ہوتا ہے۔" آنیہ نے پوچھا۔

"ہاں آنیہ بیٹی ! شہد میں وٹامن B1,B2,B3,B6 ہوتے ہیں،اس کے علاوہ تانبا، آیوڈین اور زنک بھی تھوڑی مقدار میں ہوتے ہیں، شہد بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔"

"اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے، مگر یہ بتایئے کہ شہد کی جگہ ہم چینی یعنی شکر بھی تو استعمال کر سکتے ہیں۔" آنیہ نے پوچھا۔

"شہد کی اسی مقدار کا شکر کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو شہد جسم کو چالیس فیصد کم غذائی حرارے دیتا ہے، یعنی یہ جسم کو توانائی تو دیتا ہے، مگر وزن میں اضافہ نہیں کرتا۔" بچے شہد کی یہ کہانی بہت شوق سے سن رہے تھے۔

"شہد خون کے اندر تیزی سے حل ہو جاتا ہے۔ جب شہد کو تھوڑے سے پانی کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ سات منٹ کے اندر دورانِ خون میں حل ہو جاتا ہے۔ یہ دماغ کو بہتر کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔" داداجان بولے۔

"شہد کے اور کیا کیا فائدے ہیں؟" عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

"شہد خون بنانے میں مدد کرتا ہے۔ یہ خون کو صاف بھی کرتا ہے۔ شہد بیکٹیریا کو جگہ نہیں دیتا۔ شہد میں بیکٹریا مارنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور جب شہد کو پانی میں ملا لیا جائے تو اس میں بیکٹیریا مارنے کی صلاحیت میں دوگنا اضافہ ہو جاتا ہے۔"

"داداجان ! شہد کیسے بنتا ہے؟" فارعہ نے پوچھا۔

"شہد کی مکھیاں پھولوں کا رس جمع کرتی ہیں وہ شہد ہوتا ہے۔" افیرم نے فوراً کہا۔

"نہیں افیرم بیٹا ! شہد کی مکھیاں پھولوں کا جو رس جمع کرتی ہیں وہ سارا شہد نہیں ہوتا بلکہ اس میں سے صرف ایک تہائی شہد ہوتا ہے۔ شہد پہلے پانی کی طرح ہوتا ہے۔ شہد تیار کرنے والی مکھیاں اپنے پروں کو پنکھے کی طرح استعمال کر کے فالتو پانی بھاپ کی طرح اڑا دیتی ہیں، جب یہ پانی اڑ جاتا ہے تو اس کے بعد ایک میٹھا اور گاڑھا رس باقی رہ جاتا ہے جس کو مکھیاں چوس لیتی ہیں۔" داداجان نے بتایا۔

"وہ کیسے داداجان !"

"مکھیوں کے منہ میں ایسے غدود ہوتے ہیں جو اپنے عمل سے اس رس کو شہد میں تبدیل کر دیتے ہیں، پھر مکھیاں اس تیار شدہ شہد کو چھتے کے سوراخوں میں بھر دیتی ہیں۔" وہ بولے۔

"یوں اس کا شہد بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔" آنیہ نے فوراً کہا۔

ہاں بیٹا ! یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ شہد کی مکھی سے ہم بہت سے سبق سیکھتے ہیں۔ محنت، نظم و ضبط، منصوبہ سازی، مل جل کر کام کرنا وغیرہ۔

"داداجان، میری کتاب میں بھی شہد کی مکھیوں کے بارے میں لکھا ہے۔" فارعہ نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا لکھا ہے؟" عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

"یہ کہ شہد کی مکھیوں کو آدھا کلو شہد بنانے کے لیے بیس لاکھ پھولوں کا رس حاصل کرنا پڑتا ہے ،اس کے لیے مکھیاں تقریباً تیس لاکھ اڑانیں بھرتی ہیں، یعنی تیس لاکھ مرتبہ پھولوں سے اپنے چھتے تک آتی جاتی ہیں۔ یہ فاصلہ جو وہ اتنی مرتبہ آنے اور جانے میں طے کرتی ہیں وہ تقریباً پچاس ہزار میل ہوتا ہے۔" فارعہ نے سب کو باآواز بلند بتایا۔

"اُف ! اس قدر لمبا سفر۔" افیرم کے منہ سے حیرت کے مارے نکلا۔

"یعنی شہد کی مکھی آنے جانے کے بجائے اگر ایک ہی سمت میں سیدھا اڑتیں تو یہ فاصلہ پچاس ہزار میل ہوگا۔" فارعہ نے کہا۔

"اور پھر اتنی محنت سے پھولوں کا رس جمع ہوتا ہے۔" آنیہ بولی۔

"ہاں یہ ننھی ننھی مکھیاں اتنی محنت سے رس جمع کرتی ہیں اور جمع کرنے کے بعد پھر شہد بنانے کا عمل شروع ہوتا ہے، اُس میں پھر یہ مزید محنت کرتی ہیں۔" عبدالرحمٰن نے افسوس سے کہا۔

"کیا تم کو پتا ہے شہد کی مکھی کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں؟"

"پانچ آنکھیں !" بچوں نے حیرت سے کہا۔ "اور ٹانگیں؟"

"تمام حشرات کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں، شہد کی مکھی کی بھی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔" دادا جان بولے۔

"داداجان ! میں نے پڑھا تھا چھتے کے اندر جو مادہ مکھیاں ہوتی ہیں، وہ ورکر مکھیاں کہلاتی ہیں۔ البتہ ایک ملکہ مکھی بھی ہوتی ہے، وہ انڈے دیتی ہے اور دن بھر میں دو ہزار تک انڈے دے لیتی ہے۔" فارعہ نے کہا۔

"شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ بہت مشہور ہے ، یعنی یہ بہت شور کرتی ہے۔ یہ اپنے پَر بہت پھڑپھڑاتی ہے ، یعنی ایک منٹ میں اپنے پَر تقریباً گیارہ ہزار مرتبہ پھڑپھڑا لیتی ہے۔" عبدالرحمٰن بولا۔

"شہد کی مکھی کا ڈنک مارنا بھی تو بہت مشہور ہے۔" آنیہ بولی۔

"اں آنیہ بیٹی ! مگر یہ بات یاد رکھیں کہ صرف مادہ مکھی ہی ڈنک مارتی ہے۔ نر مکھی کا ڈنک نہیں ہوتا۔"

"ایک شہد کی مکھی اپنی پوری عمر میں کتنا شہد بنا لیتی ہے؟" اُفیرم نے پوچھا۔

"ایک مکھی اپنی پوری زندگی میں ایک چائے کا چمچہ شہد بناتی ہے، یعنی تقریباً پانچ گرام شہد۔"

"اوہو۔۔۔؟" بچوں نے حیرت سے کہا۔

"شہد کے ایک چھتے میں تقریباً کتنی مکھیاں ہوتی ہیں؟"

"شہد کے ایک چھتے میں تقریباً پچاس ہزار مکھیاں ہوتی ہیں۔" داداجان نے جواب دیا۔

"اب ہم سب شہد بھی کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کریں گے کہ اُس نے ہم کو کیسی اچھی اچھی نعمتیں عطا کی ہیں۔" عبدالرحمٰن نے کہا۔

"ہاں بے شک ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

بچوں کے فن پارے

احمد بن گلاب حفظ جامعہ بیت السلام کراچی

عبد اللہ وصی 12 سال شاہ ولایت اسکول کراچی

سارہ عمیر دس سال ، زکریا الخیر کراچی

محمد ارحم دی پروگرامز اسکول کراچی

محمد بن گلاب سید کلاس 4 شعبہ حفظ ، جامعۃ بیت السلام کراچی

ہانیہ احمد دس سال ،فہم دین حفظ کراچی

مریم سمیع، پنجم ، دس سال ایجو کٹر ملتان

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ **سارہ عمیر** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

پیارے بچوں!!!

کیاآپ بھی ان بچوں میں شامل ہیں، جن کے ماں باپ کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ وہ سبزیاں نہیں کھاتے، دودھ نہیں پیتے، بازار کی بنی چٹ پٹی چیزیں کھاتے ہیں۔ کمپیوٹر اور موبائل پر گیم کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ وقت بے وقت الم غلم اوٹ پٹانگ چیزیں کھاتے ہیں۔ ہمارا تو خیال ہے آپ ایسے بچے نہیں ہو سکتے۔اس لیے کہ آپ کو تو پتا ہے سبزیاں صحت کے لیے ضروری ہیں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ دودھ اور پھل جسم کو توانائی دیتے ہیں، آپ کو یہ بھی پتا ہے کہ موبائل اور کمپیوٹر پر زیادہ وقت گزارنے اور کھیل میں لگے رہنے سے ذہن کمزور ہوتا اور سر میں درد رہتا ہے۔ جن بچوں کو یہ پتا ہے بھلا وہ اپنی صحت کے ساتھ ایسا ظلم کیوں کریں گے وہ اپنے ماں باپ کو پریشان کیوں کریں گے۔ وہ تو صحت بنانے والی چیزیں یقینا شوق سے کھاتے پیتے ہوں گے اور خراب چیزوں سے بچتے ہوں گے۔

ایسا ہی ہے نا!!!!

ماہنامہ فہم دین دسمبر2022ء کے سوالات

سوال 1: ستمبر کے مہینے میں کس بچے کے فن پارے کو انعامی قرار دیا گیا؟

سوال2: اجلدی سے تیسرے، پانچویں اور نویں اسلامی مہینوں کے نام بتائیں

سوال3: اس سال یعنی 2022ء میں کون سے مہینے میں فہم دین کا خاص نمبر آیا تھا

سوال4: خارپشت انڈے دیتا ہے یا بچے؟

سوال 5: فضل دین کے ملازم کا نام کیا تھا ؟

ستمبر2022ء کے سوالات کے جوابات

جواب1: حضرت امامہ کو دیا

جواب2: بچھیا کا نام امی جان نے مانور کھا

جواب3: آم کے چھلکے

جواب4: خالہ چھک چھک نے۔۔

جواب5: گھوڑے کی پیشانی میں۔۔۔

ستمبر2022ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر کراچی سے نعیمہ بنت فرحان کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ اپنا نام، عمر کلاس اسکول/مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔ جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر نوٹ کرلیں

03351135011

نبی کا ہر اک پیام خوشبو، نبی کا سارا نظام خوشبو

جمیل الرحمن عباسی

مِرے پیمبر کا نام خوشبو، مرے پیمبر کا کام خوشبو
مرے پیمبر کی صبح خوشبو، مرے پیمبر کی شام خوشبو

قدم بھی خوشبو، نگاہ خوشبو، نبی کی شادی بیاہ خوشبو
سفر بھی خوشبو، حضر بھی خوشبو، خموشی خوشبو، کلام خوشبو

نبی کے دن اور رات خوشبو، نبی کی ہر ایک بات خوشبو
ہیں سوچیں خوشبو، ہیں چاہیں خوشبو، نبی کی سانسیں تمام خوشبو

نبی کا حج اور عمرے خوشبو، جہاد خوشبو، ہیں روزے خوشبو
مرے پیمبر کے سجدے خوشبو، رکوع خوشبو، قیام خوشبو

نبی کے فرمان بھی ہیں خوشبو، نبی کے احکام بھی ہیں خوشبو
نبی کا ہر اک پیام خوشبو، نبی کا سارا نظام خوشبو

علیؓ کے ہیں مقتدا ابو بکرؓ اور فاروقؓ اور عثمانؓ
ہے میرا ایماں علیؓ ہیں خوشبو، علیؓ کے تینوں امام خوشبو

مکان خوشبو، لباس خوشبو، مزاج خوشبو، معاش خوشبو
مرے پیمبر کے فاقے خوشبو، نبی کا سادہ طعام خوشبو

جمیل آقا کے یار خوشبو، نبی کے سب رشتہ دار خوشبو
ہیں اہل بیتِ عظام خوشبو، ہیں سب صحابہ کرامؓ خوشبو

یادِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ — کہ دل ہے بہت بے قرارِ مدینہ
یہ دل ہو اور انوار کی بارشیں ہوں — یہ آنکھیں ہوں اور جلوہ زارِ مدینہ

ہوائے مدینہ ہو بالوں کا شانہ
ہو آنکھوں کا سرمہ غبارِ مدینہ

وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھ کر — مجھے گُل سے بڑھ کر ہے خارِ مدینہ
کبھی گرد کعبہ کے ہوں میں تصدّق — کبھی جا کے ہوں میں نثارِ مدینہ

کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں میں
کبھی جا کے لُوٹوں بہارِ مدینہ

رہے میرا مسکن حِوالی کعبہ — بنے میرا مدفن دیارِ مدینہ
پہنچ کر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے — وہیں رہ کے ہوں جاں سپارِ مدینہ

بعد عیش سوؤں میں تا صبح محشر
جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ

مجھے چپہ چپہ زمیں کا ہو طیبہ — میں ایسا بنوں رازدارِ مدینہ
میں پسماندہ ہوں کیوں نہ حسرت سے دیکھوں — سوئے عازمانِ دیارِ مدینہ

وہاں جلوہ فرما حیات النبی ہیں
زہے زائرینِ مزارِ مدینہ

نمک بر جراحت ہے اُف ذکر طیبہ — کہ ہوں آہ میں دلفگارِ مدینہ
میں جاؤں وہاں نیک اعمال لے کر — کہ یارب نہ ہوں شرمسارِ مدینہ

الٰہی بصد شوق مجذوب پہنچے
یہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

ترا ذکر دل کی ہے زندگی، ترا نام راحت جاں بھی ہے
ترے نور ہی کی ہے روشنی، تو یہاں بھی ہے تو وہاں بھی ہے
کہیں تذکرے ہیں وجود کے، کہیں سلسلے ہیں سجود کے
تری ذات پاک وہ راز ہے جو عیاں بھی ہے جو نہاں بھی ہے
ترے حکم کُن فیکون کا ہے ازل کے روز سے سلسلہ
کہیں پھول ہے، کہیں خار ہے، یہ بہار بھی ہے خزاں بھی ہے
ترا ذکر ہو، تری یاد ہو، ترا نام ہو کہ پیام ہو
یہی جانِ ابر بہار ہے، یہ چمن کی روح رواں بھی ہے

ماہر القادریؔ

نعت

نامکمل ہے زندگی ادھوری بہت ہے
مدینے کو جانا ہے اب ضروری بہت ہے
تصور تو ہے لیکن مجسم نہیں ہے
خوشی وصل کی ادھوری بہت ہے
نگاہیں اُٹھا کر ذرا ہمیں دیکھیے
میرے چاروں طرف بے نوری بہت ہے
کس کو بتاؤں میں حال اپنے دل کا
کہاں جاؤں میں یہ دوری بہت ہے
سبز گنبد کو چومے گی اُڑ اُڑ کر گھومے گی
مینا کو تو یہ چُوری بہت ہے
نہ کچھ اور چاہیے اُنؐ کے در کے سوا شاثیؔ
میرے دل کی خواہش یہ پوری بہت ہے

رفتار وقت کا شعور و احساس

وقت ایک قطرہ ہے حیاتِ کائنات کا، ایسا قطرہ جو ازل سے ابد تک مسلسل بہا جارہا ہے، تاہم اس کے بہاؤ کی رفتار کا معلہ عجیب تر اس لیے ہے کہ اس کی رفتار تیز سے تیز تر ہونے کے باوجود زندگی کا وجدان اس تیزی کے احساس سے اکثر محروم رہتا ہے۔

زندگی عام معمول پر ہو تو رفتارِ وقت کا احساس نہیں ہوتا، جب کوئی نیا حادثہ زندگی کے پُرسکون دریا کی سطح پر شورش پیدا کردے ، تب وقت کی رفتار کا کچھ اندازہ ہونے لگتا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ پیش آنے والے واقعہ نے اگر خوشی و مَسرت کا پیغام لایا ہے تو دن گھنٹوں اور گھنٹے منٹوں کے حساب سے گزرتے محسوس ہوتے ہیں، اس کے برخلاف وہ حادثات اگر غم و تکلیف کی نوعیت کاہوتو وقت کی رفتار بہت سبک رومعلوم ہوتی ہے۔

(متاعِ وقت کارواں علم، ابن الحسن عباسی، ص:71)

مومن کی شان

علی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لڑکا فوت ہوگیا۔ علی بن حسین بیٹے کی موت پر غمزدہ ہوئے اور نہ ہی جزع فزع کیا۔ایک آدمی نے علی بن حسین سے کہا:اے علی! آپ کا صاحبزادہ، جگر کا ٹکڑا، دنیا میں آپ کا وارث اور آپ کا مضبوط ہاتھ آپ کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا اور آپ ہیں کہ اس حادثہ پر نہ تو جزع فزع کیا اور نہ ہی آپ پر اس کا کوئی خاص اثر ہوا؟

علی بن حسین نے جواب دیاہاں، یہ ایسا حادثہ ہے، جس کو ہم یقینی سمجھتے تھے، اب اگر وہ واقع ہوگیا تو ہمیں اظہارِ افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے! اللہ کی قضا کے آگے سر تسلیم خم کردینا ہی مومن کی شان ہے۔

(سنہرے اوراق، عبدالمالک مجاہد، ص:315)

اشعار

کچھ اہل ستم،کچھ اہل حشم مے خانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کے چھوڑ گئے،دیکھاکہ یہ پتھر بھاری ہے

(احمد فرازؔ)

ہمت میں تھے شاہین تو جرات میں شہباز
عزت کی بلندی پہ کیا کرتے تھے پرواز

(اسماعیل میرٹھیؔ)

سر سے پا تک اک نگاہِ بے محابا ڈال کر
عمر بھر کے واسطے ممنونِ احسان کیجیے

(جگر مراد آبادیؔ)

کام بن جاتے ہیں پَر، فیضِ کرم سے تیرے
ورنہ انسان کی تدبیر سے کیا ہوتا ہے

(صوفی تبسّمؔ)

نہ دنیا سے ملے راحت نہ تجھ سے چین اصلاً ہو
مگر پھر یہ دعا دیتا ہوں تو ہو اور دنیا ہو

(فصیح الملک داغ دہلویؔ)

چراغ سے چراغ جلتا ہے

اگر آدمی کو اپنی فکر نہ ہو اور دوسروں کی اصلاح کی فکر لے کر آدمی چل کھڑا ہو اور دوسروں کے عیب تلاش کرتا رہے تو اس طرح معاشرے کی اصلاح ہونے کی بجائے اور زیادہ فساد کا راستہ کھلتا ہے اور زیادہ بگاڑ پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے سامنے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں یہ فکر پیدا فرمادے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے عیوب کا جائزہ لے کہ میں کیا کیاکام غلط کررہا ہوں اور پھر اس کی اصلاح کی فکر میں لگ جائے ،چاہے دس سال کی زندگی باقی ہو یا پندرہ سال اور بیس سال کی زندگی باقی ہو، آخر میں ہر ایک کو اپنی قبر میں پہنچنا ہے اور اپنے سارے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہونا ہے، اس کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی کا جائزہ لے، اپنے حالات کو دیکھے اور اس میں جہاں جہاں خرابیاں نظر آئیں، اس کی اصلاح کی طرف قدم بڑھائے، پھر چاہے کوئی انجمن اور جماعت نہ بنائے، لیکن ہر ایک آدمی کم از کم اپنے آپ کی اصلاح کرلے اور خود سیدھے راستے پر لگ جائے تو قرآن کریم کے اس حکم پر عمل ہوجائے گا۔ ایک سے دو، دو سے تین چراغ سے چراغ جلتا ہے اور شمع سے شمع روشن ہوتی ہے اور اس طرح دین کا یہ طریقہ دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔

(تعمیر معاشرہ اور ہماری ذمے داری، مولانا محمد ہارون معاویہ، ص:307)

افغانستان میں صحابہؓ کی پہلی پیش قدمی

عورتوں کا ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس بے بس ہیں۔ دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہیں۔ دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے، پھر وہ تمہارے دین کی محافظ بھی ہیں۔ بیوی اس لحاظ سے بھی قابلِ قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک ہوتی ہے، اس درجہ میں وہ بڑی محسن ہے، جو لوگ دیندار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں ۔۔۔۔ اس لیے بیوی کی قدر کرنی چاہیے، کیوں کہ وہ دین و دنیا دونوں کی معین ہے اور اس کے حقوق کی رعایت بہت ضروری ہے کیوں کہ اس میں چند در چند خصوصیات ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے بہت سے حقوق ہیں۔

(التبلیغ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص:141 ج: 14)

گرم آنڈے

عام طور پر لوگ انڈوں اور آنڈوں کو ایک ہی چیز سمجھ لیتے ہیں، حالاں کہ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انڈے صرف انڈے ہوتے ہیں، لیکن انڈہ جب بہت ہی بلند درجات پر پہنچ جاتا ہے تو آنڈہ ہوجاتا ہے۔ ایک اور چیز ''ہنڈہ''ہوتی ہے جو اونچے درجے کی بیگمات کھاتی ہیں، البتہ ہونڈا بالکل ایک الگ چیز ہے ،یہ موٹر سائیکل کا نام ہے، بہرحال ! گرم آنڈے اس طرح تیار کیے جاتے ہیں کہ آنڈے لے کر انھیں اُبال لیں اور پھر کسی نہ کسی طرح انھیں گرم رکھیں۔۔۔لیجیے آنڈے تیار ہیں، لیکن انھیں خود نہ کھائیے گا، کیوں کہ یہ عام طور پر کچھوے کے ہوتے ہیں۔۔۔اور کچھوکما جو ہوتا ہے وہ کچھوے سے الگ چیز ہوتا ہے،دونوں کو ایک ہی جانور نہ سمجھیں، بس انڈے اور آنڈے والا فرق ہے۔

(گزارانہیں ہوتا، مستنصر حسین تارڑ، ص:104)

بیت السلام اولمپیاڈ 2022

رپورٹ: فیضان الحق شمسی

بیت السلام کے زیر نگرانی اسکولوں کے طلبہ کے درمیان اکیڈمک اور اسپورٹس مقابلوں کا چھٹا ایونٹ جمعرات 17 نومبر سے جمعہ 25 نومبر تک انٹیلکٹ اسکول (کورنگی کراچی) میں جاری رہا۔ سینکڑوں اسکولوں کے ہزاروں طلبہ نے متعدد اکیڈمک اور اسپورٹس مقابلوں میں حصہ لیا۔ ایونٹ کی اختتامی تقریب منگل 29 نومبر کو معین خان اکیڈمی ڈی ایچ اے فیز 8 کراچی میں منعقد ہوئی، مہمان خصوصی سندھ کے گورنر اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی چیدہ چیدہ شخصیات نے شرکت کی سندھ کے گورنر (کامران ٹیسوری) نے بیت السلام کی تعلیمی اور رفاہی خدمات کو خوب سراہا، مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو شیلڈ اور انعامات دیے گئے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ ان کے اسکولوں کے نگران اساتذہ اور گھر کے سرپرست حضرات نے شرکت۔ اس پروگرام میں بیت السلام کے فلاحی تعلیمی پروگرام اور منصوبہ جات کی کارکردگی کی جھلکیاں بھی پیش کی گئیں۔ اس موقع پر بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ اور بیت السلام اولمپیاڈ کے دوران میں رضاکارنہ پیش بہا خدمات انجام دینے والوں کو بھی حسن کارکردگی کے انعامات دیے گئے اور رئیس ادارہ (مولانا عبدالستار حفظ اللہ) نے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ یہ سارے رضاکار ہمارے تعلیمی اداروں کے ابتدائی سرمائے ہیں اور یقینا اللہ ان سے آگے جا کر امت کے لیے عظیم کام لے گا۔

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

بحال پاکستان

آؤ کریں پھر سے آباد پیارے وطن کو۔!

BAITUSSALAM

مکانات، اسکولوں کی تعمیر اور روزگار کی فراہمی

Overseas donors	ممبرشپ
MONTHLY $ 10	ماہانہ 1000 روپے
YEARLY $ 120	سالانہ 12,000 روپے

ادائیگی کے 2 طریقے

1.

بیت السلام کے دفاتر میں ادائیگی

2.

تمام نئے ممبران کو 99911 سے ہر ماہ ایک پیمنٹ لنک کے ساتھ ایک SMS بھی موصول ہوگا، اگر پہلے ہی ادائیگی کر دی گئی ہو تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ پے فاسٹ کے ذریعہ ادائیگی کے درج ذیل طریقے دستیاب ہیں۔

کارڈز: VISA PayPak

موبائل والیٹ: easypaisa upaisa

کسی بھی اے ٹی ایم جس میں 1LINK دستیاب ہو اور بینک / موبائل اور انٹرنیٹ بینکنگ / TCS سے ادائیگی کی جا سکتی ہے۔

بینک میں ڈائریکٹ ڈیبٹ کی سہولت دستیاب ہے

اے ٹی ایم کے لیے

ATM مشین میں کارڈ اور پن نمبر ڈالنے کے بعد اس تسلسل سے آپشن پر کلک کریں

bill payment >1bill Voucher / Invoice Payments>

99911 سے موصول شدہ واؤچر نمبر کا اندراج کرکے ادائیگی مکمل کریں

کسی بھی 1LINK سے چلنے والے بینک یا TCS پر جائیں، نمائندے کو بتائیں کہ آپ بیت السلام کو 1bill واؤچر کے ذریعے ادائیگی کرنا چاہتے ہیں۔ 99911 کے ذریعے موصول ہونے والا واؤچر فراہم کریں، کیش فراہم کریں اور رسید لیں

موبائل اور انٹرنیٹ بینکنگ صارفین

اپنے اکاؤنٹ میں لاگ ان کریں، بل کی ادائیگی پر جائیں، 1bill کا انتخاب کریں۔ 99911 کے ذریعے موصول ہونے والے واؤچر کو داخل کریں۔

ایک بڑا منصوبہ

Baitussalam USA بیت السلام

PayPal

PayPal.me/BaitussalamUSA

Zelle

donation@baitussalamusa.org

رجسٹریشن کے 4 طریقے

- بیت السلام کے دفاتر
- بیت السلام موبائل ایپ
- بیت السلام ویب سائٹ
- 111 اور اپنا نام لکھ کر 83833 پر بھیجیں مثلاً 111 TALHA